جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

ربیع الثانی
سنہ ۱۴۱۵ھ

اکتوبر
سنہ ۱۹۹۴ء

نگران
مولانا سید رشید میاں مدظلہ
مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

چار چیزیں

بعض داناؤں نے کہا ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو بعض لوگوں سے تو اچھی معلوم ہوتی ہیں، مگر کچھ لوگوں سے بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہیں جن میں سے

(۱) ایک شرم وحیا ہے۔ یہ چیز مردوں میں پائی جائے تو واقعی اچھی ہے، لیکن اگر وہ عورتوں میں ہو تو اس کی خوبی درجۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

(۲) دوسری چیز انصاف ہے۔ کون ایسا ہے جس میں عدل و انصاف پایا جائے اور اس کی مدح و ثنا نہ ہوتی ہو لیکن یہ خوبی اُمرا میں پائی جائے تو اس کی جلالتِ شان میں کسے شبہہ ہو سکتا ہے۔

(۳) تیسری چیز توبہ ہے، کوئی بوڑھے میاں گناہوں سے توبہ کریں تو واقعی بھلی بات ہے، لیکن کوئی نوجوان اگر عین عالمِ شباب میں معصیتوں سے توبہ کر لے تو اس کے دامنِ تقدس کو چار چاند لگ جائیں گے۔

(۴) چوتھی چیز جُود و سخا ہے۔ یہ خوبی اگر مالداروں میں پائی جائے تو قابلِ تعریف ہے لیکن اگر غریبوں میں موجود ہو تو وہ نہ صرف قابلِ تعریف ہے بلکہ وہ ہاتھ چوم لینے کے لائق ہیں جو محنت سے کچھ حاصل کرتے ہوں اور پھر اپنا پیٹ کاٹ کر اللہ کے راستے میں لٹا دیتے ہوں اور اس میں انہیں روحانی کیف و سرور نصیب ہوتا ہو۔

(المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد مترجم، ص: ۷۸ تا ۷۹)

ماھنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۳ | ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ ـ اکتوبر ۱۹۹۴ء | شمارہ : ۱

مدیر
سیّد محمود میاں
مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے . . . . سالانہ ۱۱۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات . . . " ۴۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش . . . . . . " ۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ . . . . " ۱۶ ڈالر
برطانیہ . . . . " ۱۷ ڈالر

◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . . سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔ کوڈ ۵۴۷۰۰، فون ۲۰۱۰۸۶ - ۲۰۹۰۵۲

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ قرآن	حضرت مولانا قاری محمدؒ طیبؒ	۸
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ	۱۶
سیرۃِ مُبارکہ	حضرت اقدس مولانا سیّد محمدؒ میاںؒ	۲۱
تعلیماتِ رسول کی روشنی میں	ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی	۳۰
آہ! مولانا درخواستی	ابو فہیم	۳۳
گردیز کے محاذ پر	ڈاکٹر محمود عارف صاحب	۳۶
دارالافتاء	مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب	۴۲
"اصلاح مفاہیم" پر ایک نظر	ڈاکٹر عبدالواحد صاحب	۴۶
حاصلِ مطالعہ	مولانا نعیم الدّین صاحب	۵۹
تقریظ و تنقید		۶۲

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد-یو-پی-انڈیا

قاہرہ کانفرنس
عوامل و محرکات

(مدیر محترم مولانا سید محمود میاں صاحب اِن دنوں سفر پر ہیں اس لیے اس شمارہ کا اداریہ مولانا نعیم الدین صاحب نے تحریر کیا ہے (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امریکہ کے ذیلی ادارے "اقوامِ متحدہ" کی طرف سے بہبودِ آبادی کے نام سے ۵ تا ۱۳ ستمبر منعقد ہونے والی قاہرہ کانفرنس اختتام پذیر ہوگئی۔ اس کانفرنس کے پسِ پردہ کیا عوامل ہیں؟ اور یہ کن مقاصد کے حصول کے لیے منعقد کی گئی ہے؟ اور اس سے عالمِ اسلام پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟ بہت سے ممالک کی اس پر سخت تنقید اور بعض ممالک کی طرف سے بائیکاٹ کے باوجود وزیرِ اعظم بے نظیر صاحبہ کی اس میں شرکت کا جواز؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو تقریباً ہر سنجیدہ شخص کے ذہن میں پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں اپنی معلومات کی حد تک چند گزارشات نذرِ قارئین کی جا رہی ہیں۔ ان گزارشات کی روشنی میں تمام سوالات کا حل اور تجزیہ قارئین بخوبی کر سکیں گے۔

○ اس وقت مسلمانوں کی آبادی جس تیزی سے بڑھ رہی ہے "مغرب" اسے اپنی بقاء کے لیے خطرہ سمجھ رہا ہے۔

○ موجودہ دَور میں اسلام جس قدر تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے بالخصوص امریکہ، برطانیہ اور فرانس میں "مغرب" اس سے خوفزدہ ہے۔

○ مغرب میں بے حیائی، فحاشی، ذہنی آوارگی، شادی کے بغیر جنسی اختلاط، اور ہم جنس پرستی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے، جس کی وجہ سے اُن کے ہاں نہ صرف خاندانی ابتری و بربادی کا ناسور ہی پھیل رہا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی سے جنسی بیماریاں بھی

پھیل رہی ہیں، مغرب اس سے پریشان ہے۔

○ یہودی لابی ساری دُنیا پر معاشی اقتدار کے ساتھ ساتھ حکومتی اقتدار کا خواب دیکھ رہی ہے۔

ہمارے خیال میں یہ وہ عوامل و محرکات ہیں جن کی بُنیاد پر "مغرب" اسلام اور اہلِ اسلام کو مٹانے کے در پہ ہو گیا ہے، کیونکہ جب تک اسلام اور مسلمان باقی ہیں مغرب کا اِن خطرات سے عہدہ برا ہونا اور اپنے عزائم کو پورا کرنا ممکن نہیں، لیکن چونکہ عالم اسلام کو بزورِ طاقت مٹانا ناممکن ہے جس کا تجربہ عراق، کویت تنازعہ میں ہونے والی جنگ سے ہو چکا ہے اس لیے "مغرب" نے اسلام اور مُسلمانوں کو مٹانے کا ایک دوسرا اور خوفناک منصوبہ بنایا ہے۔ جس کا ایک رُخ تو یہ ہے کہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ اور علماء اسلام کردار کشی کی جائے تاکہ سادہ لوح عوام اسلام اور علماءِ اسلام سے متنفر ہوں۔ اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کچھ عرصہ سے مغرب زدہ افراد ایک تو اسلام کے مسلّمہ عقائد و اعمال کو متنازع بنانے کے لیے ان پر بلاجواز تنقید کرنے میں مصروف ہیں۔ دوسرے علماءِ اسلام کی کردار کشی کا گھناؤنا کھیل رہے ہیں اور یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ان افراد کی پشت پناہی "مغرب" کر رہا ہے اور یہ اُسی کی شہ پر اِن حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

منصوبہ کا دوسرا رُخ فرقہ واریت کا عفریت ہے جو اس وقت ہمارے پُورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے جس کا انجام کسی سے مخفی نہیں۔

تیسرا رُخ اس منصوبہ کا ہمارے سامنے قاہرہ کانفرنس کی شکل میں آیا ہے جس میں خُوبصورت اصلاحات کے پردہ میں ایک تو براہِ راست اسلام پر حملہ کیا گیا ہے۔ دوسرے اس راستے سے اہلِ اسلام کو تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیلنے اور اُن کو نیست و نابود کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، کیونکہ جب اہلِ اسلام "مغرب" کی وضع کردہ اصلاحات کو اپنائیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ اسلامی نظریات سے انحراف کے ساتھ ساتھ ضرور بہ ضرور اُن معاشی و معاشرتی، نیز اخلاقی بُرائیوں کا شکار ہوں گے جن سے مغرب دوچار ہے

اور اس طرح مسلمان اپنی بربادی کا سامان خود اپنے ہاتھوں پیدا کر کے مغرب کے عزائم کو پُورا کریں گے۔ آیئے ذرا اُن خُوب صُورت اصلاحات کا جائزہ لیجیے، جو اس کانفرنس کے ایجنڈہ میں شامل ہیں۔ اس کانفرنس کا جو ایجنڈہ تمام حکومتوں کے لیے جاری کیا گیا ہے وہ ایک سو تیرہ صفحات پر مشتمل ہے جس کے مرکزی نکات درج ذیل ہیں (یہ نکات جرائد و رسائل سے ماخوذ ہیں۔)

① شادی کے بغیر جنسی تعلق کی حوصلہ افزائی۔

② اسقاط حمل کو آسان اور جائز بنانا۔

③ ہم جنس پرستی کو قابلِ قبول بنانا۔

④ کم عمری کی شادی کی حوصلہ شکنی کرنا۔

⑤ اسکول کی سطح پر جنسی تعلیم، اور اُن نمائندہ حکومتوں کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ ایسی تمام قانونی، انتظامی اور سماجی رکاوٹوں کو دُور کریں جو نوعمر لڑکے اور لڑکیوں کو جنسی اور تولیدی صحت کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے میں رکاوٹ ہوں اور مکمّل رازداری اور بہ رضاؤ رغبت پُورے احترام کے ساتھ اُن کے تلذذ کو تحفّظ فراہم کیا جائے۔

ملاحظہ فرمایئے یہ اس کانفرنس کے ایجنڈہ کے وہ نکات ہیں جنہیں قانُونی تحفّظ دینے کے لیے "اقوامِ متحدہ" نے ۱۵۶ ممالک کے نمائندوں کو مدعو کیا ہے اور جس میں آبادی کے مسائل سے متعلّق ۲۰ سالہ لائحہ پر غور کیا گیا ہے۔

قارئین اِن نکات میں سے ہر نکتہ زہرِ قاتل ہے جس سے بڑی بڑی اقوام فنا کے گھاٹ اُتر چکی ہیں، قرآن و حدیث میں اِن کی شدید ترین مخالفت موجود ہے۔

شادی کے بغیر جنسی تعلقات کی حوصلہ افزائی کرنے کا مطلب زنا کو فروغ دینا ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۗ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۱۷:۳۲﴾ یعنی پاس نہ جاؤ زنا کے وہ ہے بے حیائی اور بُری راہ ہے۔

اسقاطِ حمل کو آسان اور جائز بنانے کا مطلب خاندانی منصوبہ بندی کو فروغ دینا ہے جو اسلام میں قتل نفس کے مترادف ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ، (۱۷ : ۳۱) یعنی نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے، ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو، بیشک اُن کا مارنا بڑی خطا ہے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

ہم جنس پرستی کو قابلِ قبول بنانا بالفاظِ دیگر لواطت کو فروغ دینا ہے، یہ وہ گھناؤنا گندہ اور غلیظ فعل ہے جس کی وجہ سے عرش الرحمٰن لرزنے لگتا ہے جس کی پاداش میں چار لاکھ نفوس پر مشتمل قومِ لوط نیست و نابود کر دی گئی جس کا نقشہ قرآنِ پاک کی مختلف سورتوں میں دیکھا جا سکتا ہے، یہی وہ روگ ہے جس سے ایڈز جیسا متعدی اور بھیانک مرض شرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

کم عمری کی شادی کی حوصلہ شکنی کرنے کا مطلب جنسی اختلاط میں اخلاقی و شرعی رکاوٹ کو دُور کرنے کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا جس کا منطقی نتیجہ بدکاری و بے حیائی کا فروغ ہے۔ اسی طرح اسکول کی سطح پر جنسی تعلیم دینے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ننھّے ننھّے بچّے بھی بے حیائی کا شکار ہوں، سیکس فری میں مبتلا ہوں اور ہوش سنبھالنے تک اُن بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں جن بیماریوں کا مغرب خود شکار ہُوا ہے۔

اس تناظر میں چاہیے تو یہ تھا کہ دیگر ممالک کی طرح مملکتِ خداداد پاکستان کی طرف سے بھی اس کانفرنس کی شدید مخالفت کی جاتی اور اس میں شرکت سے گریز کیا جاتا، لیکن یہ المیہ ہے کہ وزیر اعظم بے نظیر صاحبہ اس کانفرنس کے ایجنڈہ سے باخبر ہونے کے باوجود اس میں شریک ہوئیں۔ سرکاری ترجمان کی طرف سے گو یہ وضاحت کی گئی کہ "کانفرنس میں عدم شرکت کا فیصلہ پاکستان کے مفاد میں نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہوگا کہ کانفرنس میں شرکت کر کے متنازعہ نکات کے بارے میں علمی سطح پر اسلامی نُقطہ نظر پیش کیا جائے"۔ لیکن اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو یہ وضاحت صحیح نظر نہیں آتی، کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ کانفرنس کوئی علمی کانفرنس تو تھی نہیں بلکہ یہ تو ایک عالمی سطح کا سیاسی اجتماع تھا جس کا مقصد مجوزہ پروگرام پر عالمی اتّفاق رائے سے فیصلہ کرنا ہے یہ اتّفاق رائے بذریعہ ووٹ ہوگا اور ایسی عالمی کانفرنس جس میں مُسلم اور غیر مُسلم اور غیر مذہبی اور سیکولر ریاستوں کی اکثریت ہوگی۔ وہاں ووٹ کے ذریعہ جو فیصلہ

ہوگا وہ ظاہر ہے کہ کانفرنس میں شریک ہونے والے (خواہ اس پروگرام کی مخالفت ہی کیوں نہ کریں اکثریتی فیصلے کے بعد جمہوری اُصول کے تحت) اس کو قبول کرنے کے پابند ہوں گے لیکن اگر وہ اس کانفرنس میں شریک ہی نہ ہوں اور اس ایجنڈے سے اختلاف کی بناء پر کانفرنس کا مقاطعہ کریں تو اس کے فیصلوں کو قبول کرنے کے مکلف نہیں ہوں گے، اس لیے بہتر اور مناسب یہی تھا کہ بے نظیر صاحبہ اس میں شریک نہ ہوتیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ان نکات پر تو حکومت کروڑوں روپے امداد لے کر خود اپنے ملک میں عمل پیرا ہے اس لیے بے نظیر صاحبہ کا متنازعہ نکات کے بارے میں عالمی سطح پر اسلامی نُقطۂ نظر پیش کرنا عذرِ گناہ بدتر از گناہ کے قبیل سے ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شروع سے ہمارے ملک کی یہ بدقسمتی رہی ہے کہ یہاں کا ہر حکمران امریکہ کی خوشامد اور اس کی رضامندی کا پروانہ حاصل کرنا اپنے لیے مایۂ افتخار سمجھتا ہے، بے نظیر صاحبہ بھی ملک میں شدید احتجاج و مخالفت کے باوجود صرف امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اس کانفرنس میں شریک ہوئی ہیں جس کا ثبوت امریکی معاون وزیر خارجہ کا وہ بیان ہے جس میں اُنھوں نے بے نظیر صاحبہ کی اس کانفرنس میں شرکت کو جرأت مندانہ اقدام قرار دیا ہے اور پاکستانی خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کے لیے امداد بحال کرنے کی نوید سناتی ہے، امریکی معاون وزیر خارجہ کا یہ بیان روزنامہ جنگ ۸ ستمبر ۱۹۹۴ء کے صفحہ اوّل پر دیکھا جا سکتا ہے۔
ہم بات کو مختصر کرتے ہوئے عالَمِ اسلام کو عموماً اور پاکستان کے حکمران طبقہ کو خصوصاً اس طرف توجّہ دلاتے ہیں کہ وہ ہوش کے ناخن لیں۔ مغرب کی سازشوں کا شکار ہونے کے بجائے ان کو سمجھیں، آپس میں اتحاد پیدا کریں اور مغرب سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنے آپ کو تیّار کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ مغرب اہلِ اسلام کو مٹانے کی جو چال چل رہا ہے وہ اس میں کامیاب ہو جائے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مُسلمانو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

نعیم الدّین

درسِ قرآن حکیم

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمّد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
تبویب و تزئین : مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تقدیر کو جُھٹلانے والے بعض طبقات دھنسائے جائیں گے زمین کے اندر، اس اُمّت کے اندر بھی ایسے واقعات ہوں گے ، تو اگر ایسا واقعہ پیش آئے معاذاللہ، اس کو نقل کر دے مُسلمان، تو یہ ڈرانا ہوگا اِس سے کہ دیکھو تقدیر کے خلاف کرنے میں یہ وبال پڑتا ہے، لہٰذا تقدیر کی حمایت کرو اسلام کے مطابق چلو تاکہ اس قسم کے وبال سے بچ جاؤ ، تو قرآن کریم نے تاریخی واقعات کی طرف اشارہ کیا کہ پچھلے دَور میں ہو چکا ہے ایسا، وہ ہُوا ہے پُورے طبقے کے طبقے مسخ کر دیے گئے پُوری اُمّت ڈرا دی جائے یا پُوری اُمّت دھنسا دی جائے، اس واسطے کہ یہ امت دوامی اور ابدی ہے اس کے مِٹنے کے بعد کوئی اور اُمّت آنے والی نہیں، اس لیے قیامت تک یہ اُمّت رہے گی اور ایک طبقہ حق پر رہے گا۔ خلاف کرنے والوں پر اس قسم کے عذابات آئیں گے اور اس قسم کے وبال ڈالے جائیں گے تو اشارہ دیا قرآن کریم نے کہ جنہوں نے پہلے تکذیب کی تھی ہُوا اُن پر یہ واقعہ، لہٰذا تم بچو اس قسم کی تکذیب سے کہ تم نہ کہیں مُبتلا کر دیے جاؤ تو پہلی چیز تو یہ ہے کہ تاریخی واقعات سے عبرت پکڑو لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ۔

قرآن کریم میں گزشتہ اُمّتوں کے واقعات محض قصّہ و کہانی کے لیے بیان نہیں ہوئے

قرآن کریم نے جو پچھلی اُمّتوں کے واقعات بیان کیے ہیں وہ قصّہ کہانی کے طور پر نہیں ہیں کہ وقت گزاری کے لیے تفریحِ طبع

کے لیے کچھ قصّے سُنا دیے، وہ بیان کیے گئے عبرت کے لیے تاکہ آدمی غور کرے کہ پچھلوں کی اِن حرکتوں پر جب یہ عذاب آیا تو آج اگر وہ حرکتیں ہوگئیں تو آج بھی عذاب آسکتا ہے۔ یہی معنی اعتبار کے اور عبرت پکڑنے کے ہیں تو ایک جواب تو دیا ہے تاریخی اور دوسرا جواب ہے حِسّی اور وہ یہ کہ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ کیا تم اللہ کی قدرت نہیں دیکھتے کہ یہ پرندے فضا کے اندر اُڑ رہے ہیں وہ بھی تو اجسام ہیں جیسے پتّھر جسم ہے وہ بھی تو مٹی کے بنے ہُوئے ہیں پرندے، لیکن ہزاروں گز اُوپر ہوا میں اُن کو تھام رکھا ہے تو کس نے تھاما ہے اُن کو،

سوال کا جواب اگر آپ یہ کہیں کہ ان میں قُوّت ایسی تھی کہ وہ تھم گئے تو سوال یہ کہ وہ قُوّت کس نے رکھی اُن کے اندر، اس لیے فرمایا ان کو تھامنا یہ اللہ کی قدرت ہے اور جب چاہتے ہیں اُنہیں گرا دیتے ہیں، بعض دفعہ اُڑتا اُڑتا جانور ایک دم نیچے آپڑتا ہے، وہ قُوّت اس وقت اس میں سے سلب کر لی جاتی ہے۔ چھین لی جاتی ہے تو جب ایک جسم کو حق تعالیٰ ہزاروں گز فضا کے اندر اُڑا کر تھامتے ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن ہے کہ ایک پتّھر کو اُڑا دیں اور وہ چلا جائے نیچے اور اُسے ڈال دیں نیچے پہلے تو اُوپر جائے اور رُکے فضا میں اور پھر نیچے آجائے۔

اعتراض کا جواب اگر اس پر یُوں کہا جائے کہ صاحب ہوسکتا ہے کہ ایک جانور بے چارہ ہَوا اُڑا کر لے گئی اور وہ چلا گیا وہ ہوا کی طاقت سے اُڑ گیا۔ ہوا بیچ میں سے نکل گئی وہ نیچے آپڑا تو یہ ہَوا کی کارستانی ہے قدرت کی تھوڑا ہی ہے عیاذًا باللہ اگر کوئی (کہے) اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ تمہارے سَروں پر یہ پرندے اُڑ رہے ہیں اور صٰٓفّٰتٍ ٹکڑیاں اور جماعتیں بن بن کر اُڑ رہے ہیں اگر ہوا اُٹھا کر لے جاتی تو ایک کو دو کو چار کو ایک اتّفاقی واقعہ پیش آتا، لیکن یہ تو ترتیب وار صف بندی کر کے اُڑتے ہیں جانور، یہ تو اُن کے شعور اور ارادہ کا دخل ہُوا وہ اللہ نے اُن کے اندر پیدا کیا تو یَقْبِضْنَ خدا کے سوا کسی نے روک رکھا ہے اُنہیں اور وہ صف بن کر اُڑتے ہیں جیسے مُرغابیاں اُڑتی ہیں تو ہمیشہ مثلث کی صورت پہ اُڑتی ہیں دو ٹکڑیاں

ہوتی ہیں مثلث آگے اُن کا سردار ہوتا ہے، وہ آگے آگے چلتا ہے اور پیچھے وہ چلتی ہیں جیسے پریڈ کرتی ہوئی فوج جاتی ہے۔ ترتیب وار، یا مُرغابیاں جب اُڑتی ہیں تو ترتیب وار اُڑتی ہیں، بطیں جب اُڑتی ہیں تو ترتیب وار اُڑتی ہیں، ——— چھوٹی چڑیاں جب اُڑتی ہیں تو ٹکڑیاں بن بن کر اُڑتی ہیں تو سارے نمونے دکھلا دیے انفرادی طور پر بھی پرندے اُڑتے ہیں صف باندھ کر بھی اُڑتے ہیں، ٹکڑیاں بن کر بھی اُڑتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کوئی محض طبعی کارخانہ نہیں ہے بلکہ فاعلِ مختار کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں کہ کسی کو اس طرح بنا دیا کسی کو اس طرح، کسی کو اس طرح، اگر طبعی بات ہوتی تو طبیعت کی ایک رفتار ہوتی جب جانور گرا نیچے آپڑتا، لیکن ترتیب وار اڑنا قاعدہ سے اُڑنا معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص نظام کے تحت وہ اُڑ رہے ہیں کسی اختیار کے تحت وہ اُڑتے ہیں صٰٓفّٰتٍ صفیں باندھ کر پرہ بن کر۔

شُبہ کا دفعیہ کوئی اگر یُوں کہے کہ صاحب پَر چونکہ اُن کے بنائے ہوئے ہیں وہ کھول دیے، لہٰذا اُڑ رہے ہیں تو پَروں کی کارستانی ہے تو فرماتے ہیں وَّ یَقْبِضْنَ ایسا بھی تو ہے کہ پَر سمیٹ لیتے ہیں اور پھر جا رہے ہیں دُور تک، تو اب کیوں جا رہے ہیں؟ اگر پَروں کی کارستانی تھی تو پَروں کو سمیٹ کر بھی اُڑتے ہیں بہت سے جانور، بہت سے پَر پھیلا کر اُڑتے ہیں۔ بہت سے پَروں کو سمیٹ کر اُڑتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ ایک مسافت تک پَر کھولے ہوئے ہیں اور ایک مسافت میں پر سمیٹ لیے اور چلے جا رہے ہیں تو اگر پَروں کی وجہ سے اُڑ رہے ہیں تو وہاں بھی پَروں کو سمیٹ لیا گیا۔ اب کیسے اُڑ رہے ہیں؟ اب کس نے تھام رکھا ہے اُنھیں؟ تو پَروں سے بھی اُڑتے ہیں اور پَروں کو سمیٹ کر بھی اُڑتے ہیں۔ اس لیے دونوں چیزیں فرمائیں کہ صٰٓفّٰتٍ صفیں باندھ کر اُڑتے ہیں یہ طبعی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کے اختیار اور قدرت کی بات ہے وَیَقْبِضْنَ اور ان پروں کو وہ سمیٹ دیتا ہے وہ پھر بھی اُڑتے ہیں اور فضا میں معلّق ہو جاتے ہیں بہت دیر تک بعضے جانور نہیں اُڑتے اور لٹکے ہوئے ہیں فضا میں، مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ رحمٰن کے سوا کون ہے جس نے

تھام سکتا ہے تو جو اِن پرندوں کے اجسام کو اُوپر تھام سکتا ہے وہ اگر پتھروں کو تھام دے تو تمہاری عقل کیا کہتی ہے اس کے بارے میں، عقلیں یہاں لڑائی تھیں، لیکن انھی کی طبعی رفتار نے تمہاری عقلوں کو کند کر دیا ـــــ جواب دے دیا تو پتھّر کے بارے میں بھی سمجھ لو کہ تمہاری عقلیں کند ہیں قدرت اللہ کی تابع نہیں ہے۔ تمہاری عقلوں کے یا تمہارے ڈالے ہوئے وسوسوں کے وہ تو اپنی قدرت سے کام کرتا ہے تو مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ تو حاصل یہ نکلا کہ تاریخ دیکھو تب واقعات ثابت، پھر کیوں نہیں مانتے انھیں، تاریخ پہ نظر نہ کرو تو محسوسات پہ نظر کرو جو ہر وقت تمہارے سامنے ہیں اس کو سامنے رکھو اب اگر تم نے اُسے مانو نہ اِسے مانو تو معلوم ہوا مقصود مقابلہ ہی ہے حق تعالیٰ کا یہ عقل کا نام محض حیلے کے طور پر لے رکھا ہے ورنہ عقل تو سمجھا رہی ہے کہ جب یہ واقعہ پرندوں میں پیش آسکتا ہے تو پتھر میں بھی پیش آسکتا ہے۔

عقل کے پرستاروں سے سوال

اگر میں کہوں کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ جب آپ اینٹ پھینکتے ہیں تو بیس گز تک چلی جاتی ہے حالانکہ اینٹ کی طبعی رفتار کا تقاضا ہے کہ نیچے آئے مگر آپ کے ارادہ کی قوت اُسے اُوپر پھینک دیتی ہے جب آپ کے ارادہ کی قوّت ختم ہو جاتی ہے پھر وہ اصلی رفتار پہ آکر اینٹ نیچے آجاتی ہے تو آپ کے ارادہ میں تو یہ طاقت ہو کہ اینٹ کی طبیعت کے خلاف اُسے اُوپر پہنچا دے۔ اور اللہ کے ارادہ میں یہ طاقت نہ ہو کہ وہ اُس کی طبیعت کے خلاف اُوپر پہنچا دے۔ تمہارا ارادہ، زیادہ سے زیادہ پچاس گز تک اس کی قوت جا سکتی ہے۔ اللہ کا ارادہ لامحدود ہے وہ اگر پچاس ہزار گز سے اُوپر اُڑا دے تو اس کی طاقت سے بعید نہیں تو معلوم ہوا کہ باہر کی طاقت لے جا سکتی ہے اُوپر اشیاء کو اور جتنی طاقت ہو گی اتنا لے جائے گا۔ انسان کی طاقت محدود ہے کہ بیس گز اُس نے پھینک دیا ڈھیلا اور اللہ کی طاقت لامحدود ہے اُس نے پچاس ہزار گز سے اُوپر پھینک دیا پتھّر کو اور پھر نیچے ڈال دیا تو مطلب یہ ہے کہ حِسّی طور پر دیکھو، عقلی طور پہ دیکھو، تاریخی طور پہ دیکھو، کوئی وجہ انکار کی نہیں ہے سوائے ڈھٹائی کے سوائے سرکشی کے۔ اس واسطے فرمایا کہ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ

اس واسطے کہ وہ ہر چیز کو بصیرت سے جانتا ہے اس لیے کہ وہی تو پیدا کرنے والا ہے اسے تو معلوم ہے کہ کس چیز میں مَیں نے کتنی قوّت رکھی ہے اور کس طرح میں اُسے استعمال کروں گا تو اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ۔ تم پتھر پھینکتے ہو تو تمہیں بصیرت حاصل نہیں ہے کہ اس کے اندر کیا قوّت ہے کیا نہیں ہے؟ تم نے تو اُٹھا کر ڈھیلا پھینک دیا۔ چلا گیا، وہ بصیرت کے ساتھ اپنی طاقت کے ساتھ لے جائے اس پر تو اعتراض اور تم جو بے بصیرتی کے ساتھ ایک حرکت کر گزرو اُس پر کوئی اعتراض نہیں تو یہ سوائے عصبیت اور جہالت کے اور کیا چیز ہے کوئی عقلی دلیل تو نہیں ہے کہ انکار کرو۔

کفّار عبرت حاصل کرنے کے بجائے لڑنے کو مقصد بنائے ہوئے ہیں۔

اَب اس سے فرمایا گیا کہ حاصل اس کا یہ نکلا کہ تمہیں تو لڑنا ہی مقصود ہے۔ اللہ میاں سے نہ عقل سے کام لینا، نہ حِسّ سے کام لینا، نہ تاریخ سے عبرت پکڑنا، لڑنا مقصود، اچھّا تو فرمایا کہ اچھّا آؤ لڑو اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ یہ کون ہے جو خُدا کے مقابلے پہ وہ لشکر آئے گا تمہاری مدد کرے گا۔ اس لشکر کو بھی ہمیں بتا دو وہ کونسا لشکر ہے؟ یہ لشکر جتنا تم لاؤ گے اس مخلوق میں سے لاؤ گے یہ تو ہماری بنائی ہُوئی چیز (ہے)، تو ہماری بنائی ہُوئی چیز ہمارے ہی مقابلے پر تھوڑا ہی آسکتی ہے۔ تمہاری کوئی بنائی ہُوئی چیز ہو وہ تمہارے مقابلے پر نہیں آتی تو ہماری بنائی ہوئی چیز ہمارے مقابلے پر کیسے آجائے گی؟ اور تم جو بھی لشکر لاؤ گے وہ مخلوق میں سے لاؤ گے اس لیے کہ خالق سے تو تم نے تعلّق پیدا نہیں کیا کہ اس کے تابع بنتے اس کی طاقت کو لیتے اس سے تو لڑائی ٹھان لی اَب مقابلہ کرو گے تو اپنی طاقت سے اور مخلوق کی طاقت سے تو بتلاؤ وہ کون سی مخلوق ہے جو ہمارے مقابلے پر آئے گی اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ وہ کون ہے جو رحمٰن کے مقابلے پہ تمہاری مدد کرے گا۔ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ سوائے اس کے تم دھوکے میں پڑے ہُوئے ہو اور بہکے ہُوئے ہو اس کے سوا اور کیا کہا جائے، عقل کی تم نہیں کہتے، حِسّ کی تم نہیں کہتے، تاریخ کی تم نہیں کہتے، کوئی قوّت تمہارے ہاتھ میں نہیں

کہ خدا کا مقابلہ کرو اور لڑنے کے لیے تیاّر بقول شخصے

ع　لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔

لڑنے کو موجود اور نہ ہاتھ اور نہ ہاتھ میں تلوار، اور پھر وہ قوتیں بخشی ہوئی خدا کی ہیں تو اس کی بخشی ہوئی قوتوں کو اس کے مقابلہ پر لانا اس سے زیادہ حماقت کی بات اور کیا ہو گی تو اَمَّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ اب آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہیں گے کہ صاحب سامان اور وسائل ہمارے ہاتھ میں ہیں ہم بجلی کی مدد سے کام لیں گے۔ ہم گیس کی طاقت سے کام لیں گے، ہم راکٹ سے کام لیں گے، ان چیزوں کو لائیں گے مقابلے پہ تو اوّل تو ظاہر ہے کہ یہ تو مخلوقاتِ خداوندی ہیں۔ ان میں یہ جرأت کہاں ہے کہ اپنے خالق کا مقابلہ کریں یہ حماقت تو انسان ہی پر سوار ہے کہ وہ مقابلہ کرتا ہے خالق سے، نہ پتھر مقابلے پہ ہیں نہ درخت مقابلے پہ ہیں نہ پہاڑ نہ دریا، کوئی چیز مقابلے نہیں کرتی یہ چیزیں حق ہیں۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا، آسمانوں میں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ عبد اور بندہ بن کر اللہ کے سامنے آیا ہوا ہے۔ ڈھٹائی پر یہی انسان ہے کہ مقابلہ کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے اس لیے کہ ہم نے کچھ طاقتیں دے دی تھیں کچھ عقل کی طاقت دے دی تھی کچھ وسائل دے دیے تھے تو سوال یہ ہے کہ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِىْ يَرْزُقُكُمْ وہ رزق دینے والا ان سامانوں کا وہ کون ہے؟ تم نے خود پیدا کر لیے تھے؟ بجلی تم نے پیدا کی ہے؟ پیدا اللہ نے کی ہے کام اس سے لے لیتے ہو تم، زمین اللہ نے پیدا کی ہے کام اس سے لے لیتے ہو تم بیج کا درختوں کو اُگانے کا، لیکن نہ درخت تم نے پیدا کیا نہ بیج تم نے پیدا کیا نہ زمین تم نے پیدا کی، تمہاری بنائی ہوئی کوئی چیز نہیں استعمال کرنے کی کچھ قوت ہے تمہارے اندر، تو حاصل یہ نکلا کہ رزق دینے والے حق تعالیٰ ہیں وہ دانے کا رزق ہو، کھانے کا رزق ہو، کپڑے کا رزق ہو، ہتھیار کا رزق ہو، عقل کا رزق ہو، قوتوں کا رزق ہو، دینے والے وہ ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی چیزیں چھین لیں تو کیا حشر ہو؟

اچھا اگر وہ اپنے رزق کو چھین لیں پھر تم کیا کرو گے تمہارے قبضے میں تو نہیں، ایک بارش رُک جائے، دانہ نہ ہو بیٹھ جاتے ہیں حضرت انسان اب آگے کچھ نہیں، بارش صرف روک دے اور بارش تو خیر سال بھر میں آتی ہے ہر وقت آپ دُھوپ سے اور ہوا سے کام لیتے ہیں ایک منٹ کے لیے وہ اپنی ہوا نکال لے اب کیا ہوگا؟ بس سانس گھٹ کر ختم ہوجائے گا انسان، یہ کل آپ کی طاقت ہے تو اُسی کے دیے ہوئے رزق پر اور غرّہ اور اسی کا مقابلہ کرنا اس سے زیادہ حماقت اور سفاہت کیا ہوگی، کوئی اپنی چیز لاتے جو خدا کے مقابلے پر استعمال کرتے تو اپنی چیز تو کیا ہوتی تم خود بھی اپنے نہیں تم نے خود بنا لیا ہے آپ کو؟ بنانے والے نے بنایا ہے تم کون ہو تو جب تم خود نہیں بنے اپنے آپ کو بقیہ چیزیں تم کیا بنا سکتے ہو تو جو کچھ ہے وہ رزق دیا ہوا ہے اللہ کا تو اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر اللہ اپنا رزق روک لے تو وہ کون ہے جو اللہ کے مقابلے پر آکر تمہیں رزق دے گا؟ اچھّا ہم بارش روک لیتے ہیں اور ساری مخلوق کو اکٹھا کر لو کہ وہ تمہیں رزق دے تو کہاں سے دے دے گی اس لیے کہ دارومدار بارش پہ اور وہ قبضے میں اس کے، ہم نے رزق روک لیا تو جس کا رزق ہم روکنا چاہیں وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے دے، ہم نے رزق روک لیا تو کون ہے جو دروازے رزق کے تمہارے اوپر کھول دے تو اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ بات کیا ہے بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ سوائے اس کے کہ یہ بدک رہے ہیں سوائے اس کے کہ سرکشی پر ہیں اور ڈھٹائی پر جمے ہوئے ہیں ہٹ دھرمی کے سوا کوئی حجت ان کے ہاتھ میں نہیں ہے، نہ عقل کی، نہ حِسّ کی، نہ طبع کی، نہ قُویٰ کی، کوئی چیز اُن کے قبضے میں نہیں ہے۔ ڈھٹائی پر آمادہ ہیں اور وہ ڈھٹائی انہی کے انجام کو خراب کرے گی اللہ میاں کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں۔ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ۔

کفّار کی مثال

تو اب اُن کی مثال ایسی ہو گی کہ جیسے ایک شخص تو وہ ہے کہ سیدھے راستے پر دیکھتی آنکھوں چل رہا ہے اور منزلِ مقصود کی طرف جا رہا ہے اور

ایک وہ ہے کہ ٹیڑھا ترچھا رستہ اور اوندھا لیٹ گیا۔ اس کے اُوپر، آنکھ بھی کام نہیں کرتی، ہاتھ پیر بھی کام نہیں کرتے اور چاہتا یہ ہے کہ منزلِ مقصود پر پہنچ جائے تو کون پہنچے گا منزلِ مقصود پر؟ وہ پہنچے گا کہ جو سیدھے راستے پر جا رہا ہے عقل سے کام لے رہا ہے۔ محسوسات کو دیکھ رہا ہے اپنی قوتوں کو خالق کی راہ میں اختیار اور استعمال کر رہا ہے رستہ دیکھ کر جا رہا ہے چل رہا ہے وہ پہنچے گا یا وہ پہنچے گا کہ جو اوندھا لیٹ گیا ہے اور ہاتھ پیر بھی چھوڑ دیے آنکھیں بھی زمین میں دھنسا دیں نہ رستہ سامنے نہ منزل سامنے تو تمہاری مثال وہی ہو گئی کہ رستہ کے اوپر ہو مگر اوندھے لیٹ کر، نہ آنکھ سے دیکھتے ہو نہ دل سے سوچتے ہو، نہ غور و فکر کرتے ہو اور چاہتے ہو منزل پر پہنچ جائیں تو منزل پر تو وہی پہنچیں گے جو متبعینِ انبیاء ہیں کہ راستے پر پڑے ہُوئے ہیں، چل رہے ہیں ہاتھ پیر استعمال کر رہے ہیں۔ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ عقل سے حق کا رستہ معلوم کر رہے ہیں اس کی تائید کر رہے ہیں وہ پہنچیں گے منزل پر تم نہیں پہنچو گے تو تمہاری مثال اس شخص کی ہے کہ زمین کا رستہ سامنے ہے۔ بجائے چلنے کے اوندھا لیٹ جائے سب قُویٰ کو بے کار کر دے ہاتھ پیر کو بے کار، اس لیے کہ جب کسی قوت سے بھی کام نہیں لیتے تو اور کیا مثال ہے تمہاری یہی مثال بن سکتی ہے تو اس کو فرمایا کہ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ آیا وہ شخص جو چل رہا ہے اوندھا چہرے کے اُوپر اُلٹا پڑا ہُوا ہے وہ ہدایت پائے گا یا وہ پائے گا جو سیدھے راستے پر سیدھا سیدھا چل رہا ہے؟ تو جو سیدھے چلنے والے ہیں وہ انبیاء علیہم السّلام ہیں اُن کے متبعین ہیں اُن کے پیرو کار ہیں کہ علمِ وحی سامنے آیا کانوں سے سُنا آنکھوں سے دیکھا عقل سے سوچا اور چل پڑے راستے کے اُوپر، وہی پہنچیں گے منزل پر، وہ نہیں کہ آنکھ بھی بند کر لی۔ یعنی اوندھے لیٹ گئے۔ دل کو بھی بے کار کر لیا یعنی عقل سے بھی نہ سمجھا ہاتھ پیروں کو اُلٹا ڈال دیا کہ چلنے کے قابل نہ رہے اور مدعی اسکے ہیں کہ ہم پہنچیں گے منزلِ مقصود پہ تو سوائے اس کے کہ اندھا پن کہا جائے اور کیا کہا جائے گا وہ رستہ پر پہنچے گا یا یہ رستہ پر پہنچے گا؟ اس کے بعد فرمایا کہ یہ تو ہے سامان سا ہی مختلف چیزیں، ہم نے دیں عقل دی سب کچھ دیا۔

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیرِ الخلقِ کلِّھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور روح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رحؒ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں انہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ ان سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین واحباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است ‏ ‏ ‏ ‏ خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۵، ۲۰ نومبر ۱۹۸۱ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْہِ صَدَقَۃٌ کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْہِ الشَّمْسُ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَۃٌ وَیُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّتِہٖ فَیَحْمِلُ عَلَیْھَا اَوْ یَرْفَعُ عَلَیْھَا مَتَاعَہٗ صَدَقَۃٌ وَالْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ خُطْوَۃٍ یَّخْطُوْھَا اِلَی الصَّلٰوۃِ صَدَقَۃٌ وَیُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَۃٌ[1] وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃً وَّکُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃً وَّکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃً وَّکُلِّ تَھْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃً وَّاَمْرٍ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَّنَھْیٍ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ (الحدیث)[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] مشکوٰۃ ص ۱۶۷ [2] مشکوٰۃ ص ۱۶۸

انسان کے بدن پر جو جوڑ ہیں اُن پر (یعنی اُن کی طرف سے) ہر روز جس میں سورج طلوع کرتا ہے۔ صدقہ دینا لازمی ہے، دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا بھی صدقہ ہے کسی انسان کی بایں طور مدد کرنی کہ اس کے جانور پر اسے سوار کرا دے یا اس کا مال و اسباب رکھوا دے یہ بھی صدقہ ہے، اچھی بات بھی صدقہ ہے ہر وہ قدم جو نماز کے لیے اُٹھایا جائے وہ بھی صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہر تسبیح (یعنی سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، ہر تحمید (یعنی الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے ہر تہلیل (یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا بھی صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

امّا بعد! جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب انسان کا دن شروع ہوتا ہے صبح شروع ہوتی ہے تو اس کے جوڑوں پر، ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث شریف میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام نے دریافت کیا کہ اس کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ کس طرح یہ ادا کیا جا سکتا ہے؟ جوڑ تو انسان کے بہت ہیں۔ ایک ایک انگلی میں بھی جوڑ ہیں، تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بتلایا۔ ہر "تسبیح" سبحان اللہ کہنا یہ بھی صدقہ ہے اور "تحمید" الحمد للہ کہنا یہ بھی صدقہ ہے۔ "تہلیل" لا الٰہ اِلّا اللہ کہنا یہ بھی صدقہ ہے "تکبیر" یعنی اللہ اکبر کہنا یہ بھی صدقہ ہے۔ پھر ان کا زبان سے ادا کرنا ان کلمات کو یہ گویا صدقہ دینا ہے یعنی خداوند کریم کا شکر ادا کرنا جتنے جوڑ ہیں اُتنی بار، یہ کس طرح ہو سکتا ہے اسی طرح ہو سکتا ہے آسان طریقہ اس کا یہی بتلا دیا گیا ہے کہ تسبیح ہے یعنی سبحان اللہ ہے الحمد للہ ہے اللہ اکبر ہے۔ لا الٰہ الا اللہ ہے یہ کہہ دیا جائے یہ بھی صدقہ ہو جاتا ہے ایک چیز اور فرمائی ہے کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ امر بالمعروف کسی کو اچھی بات بتلانی یہ صدقہ ہے نہی عن المنکر کسی بُری بات سے روک دینا کسی کو یہ صدقہ ہے گویا یہ بھی خداوندکریم

کے احسانات کو تسلیم کرتے ہوئے شکر ادا کرنے کی ایک کوشش میں داخل ہے کہ خداوند کریم تو نے مجھے وجود بخشا ہے تو نے مجھے علم عطا فرمایا ہے تو نے مجھے اچھے بُرے کی تمیز دی ہے، اس بناء پر انسان یہ کرتا ہے کہ کسی سے کہتا ہے کہ یہ کام کرو کسی سے کہتا ہے کہ یہ کام نہ کرو۔ اس علم کی وجہ سے اور وہ علم وہ ہے کہ جو اللہ نے دیا ہے کیونکہ اچھے بُرے کا فرق پڑتا ہے، عام طور پر چلتا ہے پوری دُنیا میں، کوئی کہتا ہے کہ یہ چیز اچھی ہے کوئی کہتا ہے یہ چیز بُری ہے کچھ چیزیں ایسی ہیں پوری دنیا مانتی ہے کہ یہ بُری ہے لیکن وہ کہتے ہیں عوام کے لیے بُری نہیں ہے۔ خاص لوگوں کے لیے بُری ہیں جیسے کہ انگلینڈ کے بادشاہ وغیرہ میں یہ بات نہ ہونی چاہیے۔ یہ نہ ہونی چاہیے۔ اگر وہ ایسے کرے گا تو شاہی خاندان کی جو مراعات ہیں ان سے محروم کر دیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ، وہ ایسی باتیں ہیں جو اسلام نے بھی بُری کہی ہیں۔ وہ اگر وہ اختیار کریں گے تو ان کے یہاں بھی وہ بُری سمجھی گئیں ان کو منع کر دیا کہ نہ اختیار کرو نہ کرو ایسے۔

اسلامی تعلیمات عقل کے عین مطابق ہیں

تو عموماً باتیں اسی طرح کی ہیں، اسلام کی جتنی بھی بتلائی گئی ہیں کہ اُنہیں عقلِ سلیم فوراً مان لے۔ سمجھ دار لوگ فوراً مان لیں، سوائے اس کے کہ کوئی کسی جذبے کے تحت نہ مانے تو نہ مانے شوق ہے۔ اتباعِ ہوا اسے کہا جاتا ہے۔ خواہشات کی پیروی جسے کہا جائے اس کی وجہ سے نہ مانے تو نہ مانے شراب پینے کو شریعتِ مطہرہ نے منع کیا ہے۔ یہ فرمایا ہے کہ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا جو ان کا نفع ہے اس سے زیادہ اُن کی بُرائی ہے۔ گناہ بھی لازم آجاتا ہے اس سے نشے میں آدمی بہت بُرے کام کر جاتا ہے تو اس کا جو نقصان ہے وہ نفع سے بہت زیادہ ہے۔ اس واسطے یہ منع ہے، جوئے اور شراب (میں) نفع بھی ہوتا ہے نفع کا انکار نہیں مگر غلبے کا اعتبار ہوگا۔ غلبہ کس چیز کا ہے غلبہ بُرائی کا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ کیا تم رُکتے ہو یا نہیں رُکتے ایک جگہ یہ آگیا تو پھر ممانعت کر دی گئی۔ بالکل پہلے سمجھایا گیا کہ ان کی بُرائیاں غالب ہیں اور اُن کے فوائد محدود ہیں۔ پھر اس کے بعد سختی سے روک دیا گیا۔ تو صحابہ کرام رُک گئے۔

بُرائیاں ہر مذہب میں منع ہیں

شراب ہے چوری ہے زنا ہے ڈکیتی ہے، قتل ہے بدامنی ہے ایک دوسرے کی ایذارسانی ہے، سب چیزیں ہر جگہ منع ہیں۔ دُنیا میں ہر ایک تسلیم کرتا ہے۔ خود بخود مانتا ہے اور یہ ان ملکوں میں بھی بُری باتیں سمجھی جاتی ہیں جہاں خدا کو نہیں مانا جاتا کسی مذہب کو نہیں مانا جاتا وہاں بھی ان چیزوں کو روکا گیا۔

فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے کہ بُرائی کو بُرا کہے

تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے جو انسان کی فطرت بنائی ہے اس میں یہ چیز ڈالی ہے کہ ان چیزوں کو بُرا کہے۔ اسلام نے جن چیزوں کو کہا ہے کہ یہ اچھی ہے اور یہ بُری ہے اُن کو پھیلانا یہ کیا ہے؟ یہ نیکی ہے۔ اور یہ ایسے ہے جیسے صدقہ۔ یعنی اس کا اثر دوسرے تک پہنچتا ہے یہ بھی مفید ہے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔ یعنی خدا کی یاد کرنا۔ یہ بھی مفید ہے اس کا اثر بھی دوسروں تک پہنچتا ہے اس طرح پر پہنچتا ہے کہ جب کوئی آدمی نیکی کرتا ہے تو نیکی کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے کوئی خوشبو لگائے دوسروں تک پہنچے گی اس کی خوشبو اسی طرح کی کوئی نیک آدمی ہو اس کے پاس بھی کوئی کھڑا ہو جاتا ہے۔ نماز میں تو بھی اثر پہنچتا ہے اور خدا کے یہاں تو (یہ ضابطہ) ہے ہی کہ اس پوری قوم میں اگر کوئی بھی دُعا کرنے والا ہے، خدا کو یاد کرنے والا ہے خدا کا عذاب نہیں آئے گا تو انہیں بھی صدقہ بتایا اور یہ بھی صدقہ بتایا کہ نیکی بتلائے بُرائی سے روکے۔

نیکی کا حکم دینا بُرائی سے روکنا ہر شخص کی ذمّہ ہے

یہ وہ چیزیں ہیں جو ہر آدمی پر (فرض ہیں) اور حکومت پر اس سے زیادہ ہے حکومت کو تو اور بھی زیادہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ گرفتار کر سکتی ہے۔ وہ اس پر سزا جاری کر سکتی ہے۔ دوسرا آدمی سزا نہیں دے سکتا کسی کو اگر ایک دوسرے کو سزا دینے لگیں تو انتقام کا جذبہ بھڑکتا ہے اور بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ نفع نہیں ہوتا۔ نقصان ہو جاتا ہے۔

سزا دینے کا حق شریعت نے ہر کسی کو نہیں دیا۔

یہ حق شریعت نے بھی ہر ایک کو نہیں دیا کہ جہاں تم دیکھو وہاں تم ہی سزا دے لو۔ بلکہ یہ کہ سزا کا طریقہ بتلایا گیا وہ یہ ہے کہ حاکم سے شکایت کی جائے تو حکومت کو

اس سے زیادہ اختیار حاصل ہے اب اختیار جسے زیادہ حاصل ہے تو اب ذمّہ داری بھی اسی کی زیادہ ہوگی۔ اسی کی ذمّہ داری بڑھے گی اسے چاہیے کہ وہ یہ کرے یہ کرے یہ کرے اس کا انتظام کرے اس چیز کا بھی انتظام کرے اور اگر نہیں کرتے تو سب کے سب گناہ گار ہیں نیچے والے اگر نہیں کہتے تو وہ بھی گنہگار ہیں لہٰذا نیچے والوں کو کہتے رہنا ضروری ہے جب تک اُوپر والے متنبہ نہ ہوں اور عمل پر نہ آئیں، تو آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان تمام چیزوں کو بھلائی قرار دیا۔ بھلائی بھی ان الفاظ سے فرمائی کہ جیسے صدقہ ہو۔

صدقہ وہ چیز ہوتی ہے جس کا نفع دوسروں کو پہنچے

اور صدقہ وہی چیز ہوتی ہے جس کا نفع دوسروں کو پہنچتا ہے اور کبھی صدقہ اس معنی میں بھی ہوتا ہے کہ اپنے اُوپر سے بُرائیاں یا بلائیں دُور ہوجائیں تو ان چیزوں سے بلائیں دُور ہوتی ہیں اور شاید صبح کو تینتیس دفعہ سبحان اللہ پھر الحمد للہ پھر اللہ اکبر پڑھتے ہیں اور اسی طرح عصر کے بعد پڑھتے ہیں۔ وہ اسی لیے بتلایا گیا کہ شکر ادا ہوجاتا ہے ایک حد تک،

چاشت کی نماز

اور ارشاد فرمایا کہ اگر چاشت کی نماز پڑھ لے آدمی تو یہ تسبیحات جو ہیں ان کی بدل ہوسکتی ہیں۔ چاشت کا وقت یہ سمجھ لیجیے زوال سے پہلے پہلے۔ جیسے ظہر کا وقت ہوتا ہے، زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے تو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد نماز ظہر پڑھی جاتی ہے۔ اسی طریقے پر چاشت کا وقت بھی ہے کہ زوال سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے پڑھ لی جائے نماز۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا سے نوازے اور مرضیات پر چلائے۔

"انوارِ مدینہ" میں
اشتہار
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

(قسط: ۲۵)

دعوت الی اللہ

داعی کے اوصاف وخصائل اور خصوصیات

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؒ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
سیرۃ مبارکہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

(۱)

ارشادِ ربّانی ہے:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (سورہ ۳۳ احزاب آیت ۴۸)

اے نبی یہ حقیقت ہے کہ ہم نے آپ کو (ان خصوصیتوں کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ) آپ شاہدؐ ہیں (ایمانؐ وعمل کے بہتر نتائج اور ان کی برکتوں کی) بشارت دینے والے (انکارؐ حق کے بُرے نتیجوں سے) آگاہ اور متنبہ کرنے والے اور اللہ کے حکمؐ سے اللہ کی طرف دعوت دینے والے اور (آپ ایک) چراغؐ ہیں نور پھیلانے والے (روشن کرنے والے) اور (اے نبی) اہلِ ایمان کو بشارت دے دے کہ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل (اعزاز) ہے اور کہنا نہ مان منکروں اور منافقوں (دغا بازوں) کا اور نظر انداز کر دے ان کی ایذا رسانی کو اور بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ کافی کارساز ہے۔

(۲)

توریتؐ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت دی گئی تھی۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص توریت کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَحِرْزًا لِلْاُمِّیِّیْنَ اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ وَسَمَّیْتُکَ المتوکّل لیس بفظٍ وّلا غلیظٍ ولا صَخَّابٍ فِی الْاسواق ولا یدفع بالسئیۃ السئیۃَ ولٰکن یعفو و یغفرُ۔ ولن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ ایملۃ العوجاء بان یقولوا لا الٰہ الا اللہ و تفتح بھا اَعْیُنٌ عُمْیٌ و اٰذانٌ صُمٌّ و قُلُوْبٌ غُلْفٌ۔

(بخاری شریف ص ۲۸۵)

اے نبی یہ حقیقت ہے کہ ہم نے آپ کو ان خصوصیتوں کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ آپ شاہد ہیں (ایمان وعمل کے بہتر نتائج اور اُن کی برکتوں کی) بشارت دینے والے (انکارِ حق کے بُرے نتیجوں سے) آگاہ متنبہ کرنے والے۔ پناہ اور محافظ ان کے جن کے یہاں پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا، تم میرے بندے ہو اور میرے رسول ہو، میں نے تمہارا نام رکھا ہے المتوکل (اس متوکل کی شان یہ ہے۔) نہ بدخلق ہے نہ سخت دل، نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والا (یعنی نہ بازاری قسم کا غیر سنجیدہ) بُرائی کا جواب بُرائی سے نہیں دیتا، بلکہ درگذر کرتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک (اس کی جان قبض نہیں کرے گا۔ جب تک کہ اس کے ذریعے اس مِلّت کو ٹھیک نہ کر دے۔ جس کو ٹیڑھا کر دیا گیا ہے۔ ٹھیک اس طرح کرے کہ وہ قائل ہو جائیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کلمہ سے ان کی اندھی آنکھیں بہرے کان اور وہ دل جن پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ کھول دیے جائیں۔

مندرجہ بالا قرآنِ پاک کی آیت اور توریت کی بشارت میں آپ کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

"توریت" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر ہے یا نہیں، اگر ہے تو آپ کے کیا اوصاف بیان کیے گئے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے توریت کے حوالہ سے یہ اوصاف بیان فرمائے۔ بخاری ص ۲۸۵ باب کراھیۃ الصخب فی الاسواق کتاب البیوع۔

۱۔ شاہد۔ گواہی دینے والا۔ شہادت[1] اور گواہی کا مدار مشاہدہ پر ہوتا ہے، یعنی قیاس اور گمان و تخمینہ کی بنا پر گواہی نہیں دی جاتی، بلکہ گواہی اس چیز کی دی جاتی ہے جو خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو یا اپنے کانوں سے سُنی ہو، یہی وجہ ہے کہ شاہد کو اس چیز کا یقین[2] ہونا ہے جس کی وہ شہادت دے رہا ہے۔ اگر یقین نہ ہو محض گمان اور قیاس ہو تو شہادت دینا صحیح نہیں ہے۔ پس یہ لفظ "شاہد" ایک فلسفی اور نبی میں امتیاز پیدا کر دینے والا ہے فلسفی کے پاس ایمان یقین نہیں ہوتا۔ فلسفی کا سرمایہ محض فکر[3] ہوتا ہے (سوچ وچار، غور وخوض) یا تجربہ[4] غور وخوض یا تجربہ سے جو نتیجہ برآمد ہو اس پر ایسا یقین نہیں ہوتا کہ وہ قسم[5] کھا سکے۔

نبی اس عالم کے فنا ہونے۔ قیامت اور محشر کے برپا ہونے پر قسم کھا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو یقین[6] ہوتا ہے کہ اس عالم کا آخری انجام قیامت ہے۔ فلسفی کے قیاس اور فکر میں اس عالم کا

ل الشهادة قول صادر عن علم حصل بمشاهدة بصيرة او بصر (المفردات في غريب القراٰن للراغب رحمه الله) ٢ انما حقيقة الشهادة هو تيقن الشيئ و تحققه من شهادة الشيئ اى حضوره عينى شرح بخارى فى شرح كلمة الاذان اشهد ان لا اِلٰه الا الله ـ ص: ٦٢٥، ج: ٢،

٣ یونان اور ہندوستان کے فلاسفۂ قدیم کے پاس محض فکر تھا۔ اسی فکر سے اُنھوں نے آسمانوں کی تحقیق کی، ان میں تارے گڑے ہوئے سمجھے اور زمین کو ساکن اور آسمان کو متحرک مانا وغیرہ وغیرہ۔ آج ان سب باتوں کی تردید کی جارہی ہے۔ حالانکہ یہی باتیں تھیں جن پر ایمان لانا فلاسفہ کے نزدیک ضروری تھا۔

٤ ماہرین سائنس کے پاس صرف تجربہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ بقول شاعر۔

اے برادر بے نہایت در گہیست ہرچہ بروے میرسی بروے مأست

٥ پس سائنس کی تمام تحقیقات ظنیات ہیں۔ خود ماہرین سائنس کو اعتراف ہوتا ہے کہ اُن کی آج کی تحقیقات حرفِ آخر نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی نیا انکشاف اس تمام تحقیق کو فریب نظر قرار دے۔ ان يتبعون الا الظن وان هم الا يخرصون سورة ٦ الانعام آيت ١١٦ و سورة ١٠ يونس آيت ٦٦ -

٦ اس کا مدار وحی پر ہوتا ہے۔ یعنی اعلام خداوندی پر جو سراسر یقین ہوتا ہے کیونکہ خالق سے بڑھ کر اپنی مخلوق کا

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جو انجام بھی ہو وہ اس پر قسم نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس یقین کی مضبوطی اور ایمان کی روشنی نہیں ہے۔ اس کے پاس ظن۔ گمان ہے۔ تخمینہ اور اندازہ سے وہ یہی کہے گا میری تحقیق یہ ہے۔ ممکن ہے غلط ہو۔ چونکہ فلسفی نورِ یقین سے محروم ہوتا ہے تو وہ اپنے نظریہ کی دعوت بھی نہیں دیتا اور خود اس کا حوصلہ بھی پست رہتا ہے نہ اس میں ذوقِ ایثار ہوتا ہے نہ شوقِ فدائیت نہ جذبۂ قربانی۔

اس کے برخلاف نبی جو کچھ کہتا ہے۔ وہ شرح صدر[1] سے کہتا ہے کیونکہ اس کے پاس یقین کا نور اور ایمان کی روشنی ہوتی ہے۔ وہ علم اور انکشاف کے اس دیدبان اور مینارہ پر ہوتا ہے جہاں سے وہ غنیم کی فوجوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے جبکہ اہلِ شہر کو غنیم کا تصور بھی نہیں ہوتا اور فلسفی نے اگر کسی طرح اندازہ لگا لیا ہو کہ دشمن کی فوجیں قریب آگئی ہیں اور اس اندازہ کے عقلی دلائل بھی اس کے پاس ہوں تب بھی وہ اپنے اندر وہ جذبہ نہیں پاتا جو اس کو قربانی پر آمادہ کر دے نہ اس کے دل میں وہ دہشت ہوتی ہے جو اس کو بے چین اور مضطرب کر دے، کیونکہ اس کا یہ اندازہ تذبذب کی دلدل سے پاک اور آزاد نہیں ہوتا۔

جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے کہ آگ کی خندق اس کے سامنے ہے اور وہ اس کے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حال کسی کو نہیں معلوم ہو سکتا۔ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ سورۃ ۶۷ الملک آیت ۱۴

[1] ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس وَلَقَدْ جَاءَ ھُمْ من ربھم الھدی سورۃ ۵۳ النجم آیت ۲۳ وہ (فلسفی یا مشرکین) اپنے ظن کی اتباع کرتے ہیں اور ان خیالات کی جو اُن کے نفس پیدا کرتے ہیں اور اس کو عقیدہ کی حیثیت دے دیتے ہیں۔ نیز ارشاد ہے۔

ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئًا (سورۃ ۵۳ آیت ۲۸) وہ (فلسفی اور ماہرین سائنس اپنے فکر یا اپنے تجزیہ کی بناء پر اور مشرکین اپنے دلوں کی چاہ اور ان عقائد اور خیالات کے بموجب جو خاندانوں میں پشتہا پشت سے چلے آرہے ہیں اور دلوں میں رچ گئے ہیں۔ ظن کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں اور جہاں حق کی عرفانی سچائی اور اصل حقیقت کی ضرورت ہو وہاں یہ وہم و گمان کام نہیں آتا۔

کنارے اس طرح کھڑا ہے کہ آگے قدم بڑھاتا ہے تو وہ ٹھیک خندق میں جاتا ہے۔ وہ صرف اپنے قدم کو آگے بڑھنے سے نہیں روکے گا بلکہ وہ پوری قوّت صرف کردے گا کہ وہ اپنی جگہ جما رہے اس کا قدم آگے نہ بڑھ سکے اور جس قوّت سے وہ اپنے قدم کو آگے بڑھنے سے روکے گا اتنی ہی قوّت سے وہ دوسروں سے بھی اصرار کرے گا کہ اس طرف نہ بڑھیں۔ اگر اس کو مزاحمت کرنی پڑے تو وہ مزاحمت میں بھی کمی نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ اگر اس مزاحمت میں اس کی جان بھی جاتی رہے تو وہ اس کو شہادت سمجھے گا۔ اُس نے بے شمار مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کی اور اپنی ایک جان دے کر بہت سی جانیں بچادیں۔

یہ جذبہ یہ جوش اور ولولہ فلسفی میں نہیں ہوتا۔ جبکہ نبی ہر آن اور ہر لمحہ اس جذبہ سے سرشار رہتا ہے۔ لفظ شاہد نے جس طرح محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یقینِ کامل[1] اور ایمان مکمل کی خبر دی اس نے یہ بھی بتا دیا کہ داعی کے لیے لازم ہے کہ اس کے پاس وثوقِ کامل اور اعتماد ہو اور وہ متاعِ یقین کا سرمایہ دار ہو۔

(۲) مُبَشِّرًا۔ بشارت دینے والا۔ لفظ بشارت، بُشرہ سے ماخوذ ہے۔ کھال کے بیرونی اور ظاہری حصّہ کو بشرہ کہتے ہیں۔ غیر معمولی خبر کا اثر بشرہ پر بھی پڑتا ہے خوشی کی خبر سے بُشرہ کھِل جاتا ہے اور رنج کی خبر سے ہوائیاں اُڑنے لگتی ہیں۔ بسا اُوقات بُشرہ کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔

(۳) نذیرًا[2]۔ مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرنے والا۔ یہ دو لفظ اس دعوت کی اہمیّت و عظمت کی طرف بھی اشارہ کر رہے ہیں۔ یعنی اس کو مان لینا غیر معمولی خیر و برکت کا ذریعہ ہوگا (جو بشارتِ عظیم ہے اہل ایمان کے لیے) اور انکار کرنا ایسا عمل ہوگا جس کا نتیجہ تباہ کن

---

[1] یہی یقین کامل اس شہادت کی بُنیاد ہوگا جو انبیاء علیہم السّلام اپنی اپنی اُمّتوں کے حق میں نافرمان قوموں کے برخلاف اور محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جملہ انبیاء علیہم السّلام کے حق میں جملہ اقوامِ عالم کے برخلاف قیامت کے روز دیں گے۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا (سورۃ ۴ نساء آیت ۴۱)

[2] النذر الانذار۔ اخبار فیہ تخویف کما ان التبشیر اخبار فیہ سرور۔ (المفردات فی غریب القرآن)۔

اور ہلاکت انگیز ہوگا یہ تنبیہ اور انذار و اعلام ہے اہلِ کُفر کے لیے۔)

(۴) داعیًا الی اللہ۔ اللہ کی طرف بلانے والا۔

خدا کا نام لینے والے بہت ہیں۔ اسی طرح خدا کا نام لے کر تبلیغ کرنے والے بھی بہت ہیں، مگر کیا وہ واقعی خُدا کی طرف بلاتے ہیں یا اپنے ذاتی نظریات و خیالات کو منشاء قدرت اور حُکمِ خدا سمجھے ہُوئے ہیں۔ اور اُن کی طرف لوگوں کو بُلاتے ہیں۔ یا یہ صورت ہے کہ اپنی اغراض کی خاطر دعوت و تبلیغ کا بازار لگا رکھا ہے اور دین کے نام پر دُنیا کما رہے ہیں۔ داعیًا الی اللہ کے بعد باذنہٖ کے لفظ نے وضاحت کر دی کہ آپ جو پیغام یا تعلیم پیش کرتے ہیں وہ منجانب اللہ ہے اور اس کے حکم سے ہے۔ آپ کے ذاتی نظریات نہیں ہیں۔

(۵) کسی مملکت کا پیغام مملکت کی طرف سے نہیں مانا جاتا۔ جب تک پیغام دینے والا مجاز نہ ہو۔ سفراء پہلے سندِ سفارت پیش کرتے ہیں اُس کے بعد ان کو اجازت ہوتی ہے کہ اس مملکت میں سفارتی فرائض انجام دے سکیں۔ باذنہٖ کے لفظ نے ایک سند عطا فرما دی کہ آپ کو اللہ کی طرف سے مجاز کی حیثیت حاصل ہے گویا اس فرض اور اس خدمت کے لیے آپ لائسنس دار ہیں۔

(۶) سراجًا منیرا۔ چراغ روشنی بخشنے والا۔

کہتے ہیں کہ آفتاب سراسر آگ ہے اور چاند اگرچہ روشن ہے مگر اس کا نُور اپنا نہیں وہ آفتاب کی عکاسی کرتا ہے لیکن چراغ کی چند خصوصیتیں ایسی ہیں جو نہ آفتاب میں ہیں نہ چاند میں۔

سب سے پہلی خصوصیت وہ سوز و گداز ہے جو نہ آفتاب کو میسّر ہے نہ چاند کو۔ دوسری خصوصیّت یہ کہ چراغ شریکِ محفل ہوتا ہے جبکہ آفتاب اور چاند بزمِ انسان سے لاکھوں میل دُور ہیں۔

تیسری خصوصیّت فیض رسانی اور تکمیلِ تربیت ہے۔ آپ چراغ کی ٹمٹماتی بتی سے بھی بے شمار چراغ جلا سکتے ہیں اور قندیل روشن کر سکتے ہیں جبکہ آفتاب جہاں تاب نے آج تک کسی دوسرے کو آفتاب نہیں بنایا اور نہ چاند اپنے وجود سے کوئی دوسرا چاند بنا سکا۔

(۴) چراغ کی حقیقت، مٹی یا روئی کا وہ گالا ہے جس سے اس کی بتی بنائی جاتی ہے مٹی میں آگ نہیں لگتی۔ روئی آگ پکڑتی ہے، مگر شعلہ نہیں بنا سکتی۔ پس چراغ کی ہستی اور اس کی روشنی کا سرمایہ وہ تیل ہے جو چراغ روشن کرنے والا اس کے ظرف میں بھر دیتا ہے۔

یہ ہیں چراغ کی خصوصیتیں۔ ان خصوصیتوں کے ملاحظہ کے بعد آیت پر نظرِ ثانی فرمایئے آیت میں داعیًا الی اللہ کے بعد سراجًا منیرًا فرما کر اس حقیقت کو طشت از بام فرما دیا کہ

(الف) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا سرمایہ وحی الٰہی کا وہ روغن ہے جو اس کے تن بدن سے پیوست ہے بلکہ وہ روغن کہ داعی کا تن بدن اُس کی تراوٹ میں غرق ہے۔ اس کا نور تمام تر اسی کا فیض[۱] ہے۔

(ب) داعی کی دعوت شاعرانہ تفریح نہیں بلکہ شعلہ ہے اس[۲] سوزش کا جو اُس کے بدن کو پگھلا رہی ہے۔ یہ سوزش، ہمدردیٔ نوعِ انسان کی سوزش ہے۔ انسان اپنے اعمال کے نتائج سے غافل ہے یہ نبی اُن کو دیکھ رہا ہے اور پگھل[۳] رہا ہے۔

(ج) اہلِ محفل مشغول ہیں مگر چراغ اپنا کام[۴] برابر کر رہا ہے۔

(د) سورج اور چاند روشنی بخشتے ہیں، مگر ایثار اور قربانی کا سبق نہیں دیتے۔ یہ خصوصیت چراغ کی ہے کہ اس کی بتی جل کر فنا ہو رہی ہے اور ہر ایک داعی کو داعیانہ جہاد میں فنا ہونے کا

---

۱ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ سورۂ والنجم وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

۲ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ سورۂ شعراء۔

۳ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔ فرمایا مجھے سورۂ ہود اور اُس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا (شمائل ترمذی ص۶) ان سورتوں میں اِن ناعاقبت اندیش انسانوں کے نتائج بد بیان کیے گئے ہیں۔ جنھوں نے انبیاء کی دعوت سے گریز کر کے کفر کی راہ اختیار کی۔ ان نتائج کے صدمہ نے آپکو بوڑھا بنا دیا۔

۴ یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ــــ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ (سورۃ مائدہ آیت ۱۰)

سبق دے رہی ہے۔ یعنی داعی کی دعوت اس وقت نور بخش ہو سکتی ہے جبکہ خود داعی سوز و گداز بن جائے۔ اپنے تن بدن کو مقاصدِ دعوت کے لیے قربان کر دے اور اس ایثار اور قربانی کو اپنے وجود کا مقصد اعظم اور اپنے ظہور کی آخری غرض وغایت بنا لے (حقیقت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پوری سیرت اسی لفظ سراجاً منیراً میں سموئی ہوئی ہے آپ سیرتِ مقدسہ کا جتنا گہرا مطالعہ کریں گے آپ کا ضمیر اس کی شہادت دیتا رہے گا۔

(۵) ارشادِ ربّانی ہے۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(سورۃ ۳۳ احزاب یت ۴۰)

ترجمہ: نہیں ہیں محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین[1] ہیں (سب کے ختم پر ہیں۔)

یعنی بقول حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ، اللہ کے رسول ہیں۔ اس حساب سے سب آپ کے بیٹے ہیں (موضح القرآن) اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی آتا تو نوعِ انسان کا تعلّق اس سے ہو جاتا۔ مگر چونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ تو آپ کا یہ تعلّق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اسی سورۂ احزاب میں یہ ارشاد ہوا ہے۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔ (ع ۱، آیت ۶)

ترجمہ: نبی سے لگاؤ ہے، ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے اور اُسکی عورتیں اُن کی (مومنین

---

[1] خاتم کے معنی ہیں مہر۔ اسی لیے حضرت شاہ عبد القادر صاحب نے ترجمہ یہ کیا ہے۔ مہر سب نبیوں پر یعنی جس طرح مہر آخر میں ہوتی ہے اور مہر لگا دینے کے معنی ہوتے ہیں ختم کر دینا۔ اور اس سلسلہ کو بند کر دینا، ایسے ہی آپ کے بعد نبی بنانے کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔ باقی عیسٰی علیہ السّلام کی تشریف آوری ہوگی تو آپ کی نبوّت نئی نہیں ہوگی بلکہ آپ کی نبوّت وہی ہوگی جو آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تشریف آوری سے تقریباً چھ سو سال پہلے عطا ہوئی تھی۔ آپ کی نبوّت وہی ہے، البتہ دورِ محمدی میں آپ تشریف لائیں گے تو شریعتِ محمدیہ پر عمل کریں گے، کیونکہ اس دور کا تقاضا یہی ہے۔ صلوٰت اللہ علیہم اجمعین۔

کی) مائیں ہیں۔

تشریح: آیت کا اشارہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفقت باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اسی لیے جب ازواجِ مطہرات کو اُمّت کی مائیں قرار دیا گیا تو یہ نہیں فرمایا گیا کہ آپ اُمّت کے باپ ہیں۔ کیونکہ باپ کی شفقت رشتۂ پدری میں محدود ہوتی ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفقت ان حدود سے بہت بالا ہے۔ ہمارے الفاظ اس کی کوئی حد بیان نہیں کر سکتے البتہ عمل سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اعلان فرما دیا کہ اگر کوئی مفلس مُسلمان وفات پا جائے اور ترکہ کے بجائے اس کے ذمّہ قرض ہو اور اس کے لاوارث بچّے ہوں جن کا کوئی پرسان نہ ہو تو اس کا قرض آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ادا فرمائیں گے اور اس کے بچّوں کی ذمّہ داری بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُوپر ہو گی۔ آپ اُن کے مربّی بھی ہوں گے اور متکفل بھی ہوں گے، لیکن اگر کوئی مُسلمان ترکہ چھوڑ کر وفات پاتا ہے تو اُس کا ترکہ اُس کے وارثوں پر تقسیم ہوگا درشتہ کا باپ ترکہ میں حصّہ دار ہوتا ہے مگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ترکہ میں سے کوئی حصّہ نہیں لیا۔ البتّہ لاوارث بچّوں کی اور مرنے والے کے قرض کی ذمّہ داری لے لی (بخاری شریف وغیرہ) اس لیے کہ آپ کی شفقت، شفقتِ پدری کی حدود سے آگے بڑھی ہوئی تھی۔

تحریر: ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

تعلیماتِ رسولؐ کی روشنی میں

ثقافتی یلغار کا حل

رہنمائے کاروانِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مُبارکہ کا مطالعہ ہمارے تمام معاشرتی مسائل کا حل ہے۔ پاکستانی معاشرے پر ثقافتی یلغار اور تعلیماتِ رسولؐ کی روشنی میں اس کے حل کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں۔

تجاویز

۱۔ عورت اور پردہ

سورۃ احزاب کی آیت ۵۷ میں ارشاد ہے "اے نبی" اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مُسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اُوپر چادر کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی اور اُن کو ستایا نہیں جائے گا۔ "اسلام شرم وحیا" کی تلقین کرتا ہے۔ یہ شرم وحیا نیک سیرت انسان کی ایک ایسی صفت ہے جو اسے لغزش اور کوتاہی کے موقع پر سہارا دیتی ہے۔ یہ شرم وحیا ہی کا اثر ہے کہ انسان خواہ مرد ہو یا عورت ہو اپنے جسم کے ان تمام حصّوں کو پردے میں رکھنے کی سعی کرتا ہے جو جنسی میلان میں ہیجان برپا کرنے کی وجہ بنیں۔ اسلام نے بدنگاہی کو اُمّ الخبائث کہا۔ یہ فحاشی وعریانی کا محرک ہے۔ سورۃ نور میں نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں لسے نظروں کا زنا کہا گیا۔ عورتیں جب ضرورت کے تحت باہر نکلیں تو آداب وضوابط میں رہیں خوشبو کا استعمال نہ کریں حدیث شریف میں آیا ہے مومنہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر محرم کو ساتھ لیے ایک دن اور ایک رات کی مسافت میں تنہا سفر کرے۔ (ریاض الصالحین، باب تحریم السفر للمرأۃ وحدھا)، سورۃ نور کی آیت ۳۰

ہیں حکم ہے کہ ماسوائے ہاتھ اور چہرے کے پردہ کیا جائے۔ عورتیں اپنے سینے پر اوڑھنیوں کی بکل مار لیا کریں۔ ایک بار حضرت عائشہ کی بھتیجی حفصہ رضؓ بنت عبدالرحمٰن نہایت باریک دوپٹہ پہن کر سامنے آئیں دیکھتے ہی غصہ سے دوپٹہ کو چاک کر دیا اور فرمایا تم نہیں جانتیں کہ سورۂ نور میں کیا احکام ہیں، اس کے بعد گاڑھے کا دوسرا دوپٹہ منگا کر اوڑھا دیا۔ ایک عورت کی چادر میں نقش ونگار بنے ہوئے دیکھے تو ڈانٹا کہ چادر اُتار دو، رسول اللہ ایسے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے۔

(مسند احمد۔ ج ۶ ص ۱۶۰)

۲۔ شادیاں

نیویارک کی ایک اشاعت کے مطابق نیویارک میں پیدا ہونے والے تین بچوں میں سے ایک ناجائز ہوتا ہے۔ ایک اخبار کے مطابق اب شادی کے بغیر پیدا ہونے والے بچوں کی شرح گزشتہ ۲۰ سال سے ۳ گنا بڑھ گئی ہے اسی لیے اسلام میں تعددِ ازواج کی اجازت ہے کہ جنسی بے راہ روی نہ پھیلے۔ اگر عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے تو دوسری شادی جائز ہے۔ پاکستانی معاشرے کے اعصاب پر عورت سوار ہے جس کی وجہ سے نت نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں اسلام کے اُصولوں پر چل کر ہم فلاح کی راہ اختیار کر سکتے ہیں پاکستانی معاشرے میں دوسری شادی بُری سمجھی جاتی ہے۔ یہ دراصل ہندوؤں کا اثر ہے۔ پاکستانی معاشرے میں جو بگاڑ ہے اس میں عورتوں کا بڑا حصہ ہے۔ سرِعام بے پردگی اور عریانی تمام برائیوں کا سبب ہے۔ شادی کی بجائے داشتاؤں اور سہیلیوں کا رواج خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس سے اور زیادہ اخلاقی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا:

"وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود عریاں رہتی ہیں جو مٹک مٹک کر چلتی ہیں اور جو اُونٹ کے کوہان کی طرح اپنے مونڈھوں کو ہلا ہلا کر ناز وادا کا اظہار کرتی ہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی نہیں سُونگھ سکیں گی۔ حالانکہ جنت کی مہک دُور دُور تک پھیلی ہو گی۔ جلدی شادی کرنے سے اگر مالی حالات اجازت دیتے ہوں تو اخلاقی بیماریاں دُور ہو سکتی ہیں۔

۳۔ سنسر شپ کی ضرورت: جب تک بیرونی ابلاغ عامہ پر پابندی نہیں ہو گی پاکستانی معاشرہ

بیرونی ثقافتی یلغار سے محفوظ نہیں ہوسکے گا۔ بیرونی پروگراموں پر پابندی عائد کر دی جائے، تاکہ بُرائی پھیل نہ سکے۔ ڈش انٹینا کی وجہ سے اب بیرونی ممالک کے فحش پروگرام دیکھے جاتے ہیں جن سے نوجوان نسل کے بگڑنے کا خطرہ ہے۔

۴۔ بچّے کی اچھّی گھریلو تربیت

والدین بچّے کی تربیت بطرزِ احسن کریں۔ اُنہیں فحاشی اور بُرائی سے خبردار کریں صحت مند ماحول دیں تو بچّوں کی بہتر تعلیم و تربیت ہوسکتی ہے اسطرح پاکستانی معاشرہ بیرونی ثقافتی یلغار سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

۵۔ تبلیغ کی ضرورت: تبلیغ کو تیز تر کر کے ہم بیرونی ثقافتی یلغار سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

۶۔ فقہ اسلامی کا نفاذ

جب تک پاکستانی معاشرے میں اسلامی قانون رائج نہیں ہوتا کوئی مسئلہ بھی حل نہیں ہوگا اسلامی قوانین کے نفاذ سے معاشرہ ہر قسم کی ثقافتی یلغار سے محفوظ ہو جائے گا۔

۷۔ ابلاغ عامہ کا استعمال اور اسلامی تعلیمات کی ترویج

پاکستانی ٹیلی ویژن اور ابلاغ عامہ بیرونی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اسلامی تعلیمات کو فروغ دیں۔ بہتر اور صحت مندانہ پروگرام تشکیل دیں تاکہ بیرونی پروگراموں میں دلچسپی کم ہو جائے۔

مشہور صحافی اسد اللہ غالب کے قول کے مطابق "موجودہ دَور میں فحش ویڈیو کیسٹیں اور ایسا مواد تقریباً ہر دُکان میں موجود ہے اور نہ صرف شہروں بلکہ گاؤں میں بھی پھیل چکا ہے ہر گھر یا ہر دُکان پہ تو پولیس مار نہیں کرسکتی"۔ یہ حقیقت کافی حد تک دُرست ہے۔ موجودہ حالات میں بیرونی ثقافتی یلغار اور اندرونی ثقافتی اور اخلاقی قدروں کی توڑ پھوڑ کا حل یہی ہے کہ ہم سیرت النبی کا مطالعہ کر کے اس میں اپنا حل تلاش کریں۔ جب تک ہماری عورت بچّوں کی صحیح اخلاقی تربیت نہیں کرتی اور جب تک ہم مغرب کی نقالی کو نہیں چھوڑتے ہماری فلاح مشکل ہے۔ اسلام اور تہذیبِ مغرب میں بعد المشرقین ہے۔ مغرب میں قدریں سراسر مختلف ہیں۔

ابو فہیم فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

آہ! مولانا درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتلائی ہے کہ "علم اُٹھ جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی"۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بتلائی ہوئی دیگر علامات کی طرح اس علامت کا ظہور بھی شدّت کے ساتھ ہو رہا ہے، تیزی کے ساتھ علماء کرام اُٹھتے جا رہے ہیں، ۱۹ ربیع الاوّل ۱۴۱۵ھ / ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء بروز اتوار کو جمعیت علماءِ اسلام کے امیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستی بھی داغِ مفارقت دے گئے اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون

مولانا مرحوم عالمِ اسلام کے معمر ترین علماء میں تھے ۔۔ صحیح قول کے مطابق ۱۰۳ برس عمر تھی ، آپ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں خان پور کے قریب "درخواست" نامی ایک بستی میں پیدا ہوئے، اسی نسبت سے آپ درخواستی کہلاتے تھے۔ خداداد ذہانت کی بناء پر کم عمری ہی میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا، حفظِ قرآن کے بعد درسِ نظامی سے فارغ ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

۱۹۶۲ء میں جب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ کو جمعیت علماءِ اسلام پاکستان کا امیر منتخب کیا گیا۔ اس وقت سے لے کر وفات تک تقریباً ۳۲ برس آپ جمعیت کے امیر رہے، آپ کی امارت میں حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہما اللہ مولانا محمد اجمل خان، مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن مدظلہم نے بطورِ سیکرٹری جنرل کام کیا، مولانا مرحوم ایک جیّد عالمِ دین تھے، تفسیرِ قرآن سے آپ کو خاص شغف تھا، چنانچہ آپ ہر سال شعبان و رمضان میں اپنے قائم کردہ مدرسہ "مخزن العلوم" خانپور میں اپنے خاص انداز کے ساتھ دورۂ تفسیر پڑھایا کرتے تھے، ہزاروں علماء نے آپ سے دورۂ تفسیر پڑھا، بہت سے مدارس کے آپ سرپرست تھے، جامعہ مدنیہ میں بھی تشریف لایا کرتے تھے، راقم الحروف کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ آپ رجب ۱۳۹۹ھ

جون ۱۹۷۹ء میں بخاری شریف کے ختم کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لائے تھے اور طلباء سے خطاب بھی فرمایا تھا۔ اس خطاب میں آپ نے دیگر اُمور پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنا ایک دلچسپ واقعہ بھی سُنایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ۔

"مَیں ایک مرتبہ مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسّلام) میں بیٹھا ہُوا تھا کہ تبلیغی جماعت والے آ گئے اور کہنے لگے کہ مولانا، مصری علماء کو خطاب کرنا ہے تشریف لے چلیے مَیں چلا گیا۔ مصری علماء سے خطاب کیا، جب فارغ ہُوا تو مصری علماء نے مجھ سے کہا یا شیخ اذھب معنا فی المصر نخدمك ہمارے ساتھ مصر چلیے ہم آپ کی خدمت کریں گے، مَیں نے جو اُن کے چہرے پہ نگاہ ڈالی تو کسی کے مُنہ پر ڈاڑھی نہ تھی۔ مَیں نے کہا۔

ایھا المشائخ العظام لِمَ تحلقون اللحٰی؟

اے مصر کے علماء ڈاڑھی کیوں صفا کرتے ہو۔

اُنھوں نے کہا۔

یا شیخ الایمان فی القلب لا فی اللاحیۃ

ایمان دل میں ہے ڈاڑھی میں نہیں۔

مَیں حیران ہوگیا، میں نے کہا

انزعوا اللباس عن ابدانکم فان الحیاء فی القلب لا فی اللباس۔

مصر کے علماء کپڑے اُتار کے ننگے پھرو حیاء بھی دل میں ہے لباس میں نہیں۔

تین چار علماء کھڑے ہو گئے کہ ہم نے غلطی کی ہے آئندہ نہیں کریں گے"

آپ کا خطاب عوامی رنگ لیے ہوتا تھا آپ رُلاتے بھی تھے ہنساتے بھی تھے۔ حافظہ قوی تھا۔ بہت سی احادیثِ مُبارکہ نوکِ زبان تھیں۔ بلا تکلّف روانی کے ساتھ احادیث پڑھتے تھے، اسی نسبت سے حافظ الحدیث مشہور تھے، "سب کہو سبحان اللہ" آپ کا مخصوص تکیۂ کلام تھا، جب آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلتا تھا تو ایک عجیب سماں پیدا ہوجاتا تھا، ملک میں نفاذِ اسلام آپ کی دلی خواہش تھی اسی کے لیے در بدر پھرتے

تھے اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرتے تھے، روزنامہ جنگ سے جو آپ نے آخری گفتگو کی اس میں بھی اسی بات کا تذکرہ فرمایا کہ۔

"اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ زندگی کی آخری خواہش ہے۔ مذہبی قوتوں کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے"

مولانا مرحوم کی ذات اس دور میں بسا غنیمت تھی، لیکن قضا و قدر کے فیصلہ کے سامنے کون دم مار سکتا ہے، چنانچہ آپ كُلُّ نَفْسٍ ذائقة الموتِ کے فیصلہ کے مطابق داعیِ اجل کے بلاوے پر لبیّک کہتے ہوئے راہیِ ملکِ بقا ہوگئے۔ دین پور میں امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اسی جگہ آپ کے شیخ میاں عبدالہادی دین پوریؒ اور مولانا عبدالشکور دین پوریؒ بھی آرام فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

بقیہ: گردیز کے محاذ پر

ان شہداء میں ایک شہید حق محمدؐ ارشد کے متعلق پتہ چلا کہ مرحوم کے گھر میں دو بیویاں اس کی واپسی کی راہ دیکھ رہی ہیں اور ایک سے ایک ماہ کا بچّہ بھی ہے۔

گردیز میں یہ ہماری پہلی رات تھی۔ رات کو وقفہ وقفہ سے توپوں اور ٹینکوں کے گولوں کی آوازیں سُنائی دیتی رہیں۔ اس لیے بہت کم نیند آسکی۔

انوارِ مدینہ

نہ پہنچنے یا تاخیر سے پہنچنے کی شکایت حافظ محمدؐ یعقوب صاحب خادم "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے کی جائے، خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

(ادارہ)

تحریر: ڈاکٹر محمود عارف۔ لاہور (قسط: ۵)

گردیز کے محاذ پر

تقریباً دو گھنٹوں کے سفر کے بعد ہماری گاڑی پختہ سڑک سے نیچے اُتر آئی اور شمال مغرب کی طرف پانی کے نالے میں سفر جاری رکھا۔ پتہ چلا کہ آگے پختہ سڑک پر کابل فوج کا قبضہ ہے اور افغان مجاہدین نے اس سڑک کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ لہٰذا مجاہدین عام راستے کے بجائے اسی مخصوص راستے سے سفر کرتے ہیں۔ نالہ ختم ہوا تو گاڑی اُونچے اُونچے پہاڑوں میں رینگنے لگی۔ کبھی تو اتنا اُونچا پہنچ جاتی کہ بادل قریب نظر آنے لگتے اور کبھی اتنا نیچے اُتر آتی کہ پانی کا نالہ اس کی رہگزر ہو جاتا۔ گاڑی کو اترائی اور چڑھائی میں خوب زور لگانا پڑ رہا تھا جس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ڈرائیور بار بار ڈاٹسن کا خصوصی گیئر استعمال کر رہا تھا۔ انہی پہاڑوں میں ہم نے ایک جگہ پہاڑوں میں ایک سفید جھنڈا اور طیارہ شکن توپ دیکھی پتہ چلا کہ یہ "حزب المجاہدین" یعنی مولانا جلال الدین حقانی کے مجاہدین کا ٹریننگ سنٹر ہے۔ ان پہاڑی دروں میں اس سڑک کو سفر کے قابل بنانے میں مجاہدین کی اس جماعت کا بڑا حصّہ ہے اور جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا مولانا حقانی کا گروپ مجاہدین میں سے انتہائی اولوالعزم اور مضبوط گروپ ہے۔ ان پہاڑی دروں میں "حزب المجاہدین" کے ٹریکٹر سڑک کو ہموار کرنے یعنی قابلِ سفر بناتے ہوئے نظر آئے۔

انہی دروں میں سے گزرتے ہوئے، ایک جگہ سفید سفید برف نظر آئی معلوم ہوا کہ دو روز قبل یہاں برفباری ہو چکی ہے، چنانچہ اکتوبر ہونے کے باوجود یہاں پہنچ کر ہمیں سخت سردی اور ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ البتہ "قلفی" ہمارے رفیق ضمیر میاں کی بنی، چنانچہ

گردیز جاکر اُن کی حالت قابلِ رحم نظر آئی۔ ہم جب ان پہاڑوں سے باہر نکلے تو سُورج غروب ہو رہا تھا، لیکن چونکہ یہاں نمازِ مغرب کے لیے گاڑی روکنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہ تھی اس لیے ڈرائیور نے سفر جاری رکھا ہمارا خیال تھا کہ "جمع بین الصلوٰتین" کے حکم سے استفادہ کرتے ہُوئے مغرب اور عشاء کو اکٹھے ہی پڑھ لیں گے، لیکن جیسے ہی ایک ہموار میدان آیا جہاں سے شیلنگ اور گولہ باری ہوتی ہُوئی صاف طور پر نظر آرہی تھی، ڈرائیور نے گاڑی روک دی اور سب کو نماز سے فارغ ہو جانے کو کہا۔ یہاں پانی بھی موجود نہ تھا اس لیے بعض احباب نے تیمم کرکے نمازِ مغرب ادا کی۔

گردیز میں داخلہ

تقریباً دس گھنٹے کے طویل اور تھکا دینے والے سفر کے بعد جب گاڑی ہموار میدان میں آئی تو سامنے ایک کھلی وادی میں دُور تک پھیلے ہُوئے مکانات نظر آئے یہ گردیز کی وادی تھی۔ ڈرائیور نے بتایا کہ اس راستے پر سڑک کے قریب ہی افغان فوجیوں کی ایک چوکی "سروڑی" تھی جسے دو روز قبل مولانا جلال الدین حقانی کے مجاہدین نے فتح کرلیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بہ سہولت یہاں سے گزر رہے ہیں ورنہ اس سڑک پر رات دن گولہ باری ہوتی رہتی تھی۔ اس میدان میں داخل ہُوئے تو ہمیں مختلف مقامات پر آگ لگی ہُوئی نظر آئی جو دِن بھر کی خوفناک جنگ کا نتیجہ تھی اس کے علاوہ اِکّا دُکّا توپوں کے گولوں کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ اس لیے ابتداء میں ڈرائیور نے گاڑی کی روشنیاں گُل رکھیں، لیکن چونکہ راستہ ہموار نہ تھا اسی لیے اس نے تقریباً سوا چھ بجے گاڑی کی روشنیاں جلا دیں اور توکلاً علی اللہ سفر جاری رکھا۔ اس وقت آس پاس جو منظر نظر آرہا تھا، اس پر حضرت حسان بن ثابت کا یہ شعر یاد آیا

عفت ذات الاصابع فالجواء الی عذراء منزلها خلاء

(ذات الاصابع اور الجواء سے لے کر عذراء تک تمام جگہیں ویران اور اُجاڑ ہوگئی ہیں)۔

سٹروکئی مرکز

ہماری منزل مجاہدین کا سٹروکئی مرکز تھا۔ تقریباً رات کے آٹھ بجے ڈرائیور نے ایک بڑی عمارت کے سامنے جاکر گاڑی روکی، جو ایک دیوہیکل عمارت

تھی جو دیکھنے میں کسی قلعہ سے کم نہ تھی۔ یہی عمارت ہماری منزل، یعنی سڑک کی مرکز تھا، جو عمارت حرکۃ الجہاد کا عقبی مورچہ بھی تھا۔ یہاں مہمانوں بیماروں اور زخمی مجاہدوں کے علاوہ جنگی سازو سامان کا بھی ذخیرہ رکھا جاتا تھا۔ اس کی بیرونی دیوار اندازاً بیس فٹ اُونچی تھی اور اُس کا دروازہ ۱۲ فٹ بلند تھا اور دیودار کے سالم تنوں کو چیر کر بنایا گیا تھا۔ یہ دروازہ اتنا بھاری بھرکم تھا کہ اسے طاقتور آدمی اپنی پُوری طاقت لگا کر ہی کھول سکتا تھا' اس عمارت کے اندر چند کمرے بنے ہُوئے تھے جن میں سے ایک کمرے میں لالٹین جل رہی تھی۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر عبدالخالق نامی ایک مجاہد نے دروازہ کھولا۔ اس نوجوان مجاہد کے بارے میں پتہ چلا کہ اس کے تینوں بھائی بسلسلہ جہاد یہاں آئے ہُوئے ہیں ایک بھائی مجاہدین کی گاڑی چلاتا تھا اور دوسرا بھائی زخمی ہوکر اسی مورچے میں آرام کر رہا تھا اور تیسرا بھائی اس عقبی مورچے کے انتظام و انصرام کے لیے یہاں تعینات تھا، اس خاندان کی قسمت پر رشک آیا۔ گویا۔ ان تینوں بھائیوں میں اس کے سوا کوئی عیب نہ تھا کہ یہ تینوں بھائی اپنے وطن سے جہاد کے لیے آئے تھے اور تینوں کی تلواریں کُفر کے خلاف بے نیام تھیں، بقول نابغہ ذبیانی :

ولا عیب فیهم غیر ان سیوفهم بهن فلول من قراع الکتائب

(ان میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں کہ دُشمنوں سے لڑنے کی بناء پر اُن کی تلواروں میں دندانے پڑ گئے ہیں۔)

مکان کے اندر گئے تو مجاہد عبدالقیوم صاحب سے ملاقات ہوئی جو عبدالخالق کے بڑے بھائی تھے۔ یہ مجاہد ہمارے رفیقِ سفر کمانڈر محمد الیاس کے پُرانے دوستوں میں سے تھے، اس لیے اُن سے بڑے پرتپاک طریقے سے ملے۔ دونوں دوستوں کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا۔ دونوں کی باتوں میں جہاد اور جنگوں کا ذکر غالب تھا اور ذاتیات کا کم۔

کاریز

نمازِ عشاء کا وقت ہوچکا تھا، اس لیے فوراً وضو کی تیاری کی گئی۔ ایک مجاہد ہمیں وضو کے لیے قلعہ نما عمارت سے باہر لے گیا اور ٹارچ کی روشنی میں اس نے ہمیں وہ جگہ دکھائی جہاں ہم نے وضو کرنا تھا۔ ظاہری نظروں میں ایسا لگا جیسے ہم کسی کنوئیں کو دیکھ رہے ہوں، لیکن درحقیقت یہ ایک کاریز تھی جو اس علاقے میں پانی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

کاریز، کا ذکر فقہی کتابوں میں توبکثرت پڑھا تھا اسے دیکھنے کا پہلی مرتبہ موقعہ ملا اسے پہاڑی چشموں سے زمین میں کھدائی کر کے اوپر سے چھت ڈال کر یا کسی جگہ سرنگ بنا کر دور دراز علاقوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس علاقے کے لیے یہی دریائے راوی ہے اور یہی دریائے سندھ، اس لیے اس علاقے میں اس کے علاوہ پانی کے حصول کا کوئی اور ذریعہ موجود نہیں ہے۔

تقریباً بارہ فٹ نیچے اُتر کر کاریز کا پانی بہتا ہوا نظر آیا، جو انتہائی یخ تھا اور فی الواقع اس کو ہاتھ لگانے سے قلفی جمتی تھی جسے جمانے کے لیے کسی "زلفی" کی ضرورت نہ تھی۔ مزید طرہ یہ کہ ٹھنڈی اور یخ ہوا زور سے چل رہی تھی۔ ٹھٹھرتے ہوئے ٹھنڈے اور یخ پانی سے وضو کرنے کا ہمارا یہ پہلا تجربہ تھا۔ نماز کے بعد حافظ عبدالخالق نے "ماحضر" پیش کیا جو سادہ مختصر مگر انتہائی لذیذ تھا۔

نماز کے بعد مجاہد عبدالقیوم نے اپنے زخمی ہونے کی کہانی سنائی جو اس طرح تھی "حرکۃ الجہاد" کے اگلے مورچے کے سامنے کابلی فوج کی ایک چوکی تھی۔ جہاں دن رات مجاہدین اور آس پاس کی آبادیوں پر گولہ باری ہوتی رہتی تھی۔ پانچ روز قبل (نواح ۱۲، ۱۳ اکتوبر) اس پر حملے کا پروگرام ترتیب دیا گیا اور اس کے لیے دو الگ الگ دستے تشکیل دیے گئے جن میں سے ہر ایک دستے نے ایک ہی وقت میں دو مختلف سمتوں سے آگے بڑھنا اور اس مورچے پر قبضہ کرنا تھا۔

رات ۲ بجے دونوں دستوں نے آگے بڑھنا شروع کر دیا ایک سمت سے مجاہدین کے دستے کو جب بچھائے گئے خفیہ بموں کا علم ہوا تو وہ دوسرے دستے کو اطلاع کیے بغیر واپس چلا آیا مگر سرفروشوں کی دوسری جماعت حسب قرار داد آگے بڑھتی رہی اور یلغار کرتے ہوئے مورچے میں داخل ہو گئی۔ یہاں جو دشمن کے فوجی پہرہ دے رہے تھے وہ مجاہدین کی فائرنگ سے یا تو زخمی ہو گئے یا پھر مارے گئے باقی لوگ فائرنگ کی آواز سے تتر بتر ہو گئے۔ دو مجاہد وہاں کھڑے ہوئے ایک ٹینک پر چڑھ گئے اور اس کی مشین گن سے دشمن پر فائرنگ شروع کر دی، لیکن چونکہ وہ اس کو OPERATE کرنا نہ جانتے تھے۔ اس لیے وہ اس کو نہ تو وہاں سے چلا کر لا سکے اور نہ ہی اس میں مزید گولے بھر سکے۔ اس موقع پر اُن سے فوجی نقطہ نگاہ سے ایک بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اُنھوں نے قلت تعداد کے باوجود ٹینک پر کھڑے ہو کر نعرہ بازی

شروع کر دی۔ جس سے دُشمن نے حملہ آوروں کی تعداد کا اندازہ لگا لیا، نیز یہ بھی کہ وہ کہاں کہاں کھڑے ہیں۔ اس سے اُنہیں یہ بھی علم ہو گیا کہ حملہ آور تمام کے تمام پاکستانی (یا پنجابی) ہیں؛ لہذا اُنھوں نے لوٹ کر دوبارہ شدید حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۹ میں سے سات مجاہد جان بحق ہو گئے۔ عبد القیوم اور ایک اور مجاہد زندہ بچے۔ اُنھوں نے کمال عزیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حالت میں بھی اپنے ساتھ چار شہداء کی لاشیں صحیح سالم نکال لیں، صرف تین شہداء کی لاشیں نہ لائی جا سکیں، اُن میں سے ایک شہید "محمد ارشد" کی لاش اگلے روز مجاہدین کے ایک دستے کو مل گئی۔ مجاہدین نے ہمیں بعد میں بتایا کہ وہ لوگ رات کو گشت پر تھے کہ اُنہیں ایک جگہ تیز خوشبو محسوس ہوئی جب اُنھوں نے آس پاس دیکھا تو اُنہیں شہید محمد ارشد کی لاش مل گئی جن کی وفات کو ۲۴ گھنٹے گزر گئے تھے مگر اَب تک اُس سے مشام عطر مہک پھوٹ رہی تھی۔

مجاہد عبد القیوم نے بتایا کہ باقی دو شہیدوں کے جسد خاکی ابھی تک دُشمن کے قبضے میں تھے اور اُنھوں نے وائرلیس پر کہا کہ اے پنجابیوں اگر تمہارے اندر جرأت ہے تو اپنے مجاہدوں کی لاشوں کو اُٹھا کر لے جاؤ۔ میدان میں پڑی ہوئی یہ بے گور و کفن لاشیں مجاہدوں کے خون کو گرما رہی تھیں۔ ہم نے دوسرے دن اگلے مورچے کے ہر مجاہد کی پیشانی میں۔ ان شہیدوں کے جسدِ خاکی واپس لانے کا عزم دیکھا۔ جن کے جسد خاکی دُشمن کی ستم ظریفیوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور جن کے جسد خاکی جسموں پر حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار راست آتے تھے کہ

فلست ابالی حین اقتل مسلمًا علیٰ ای شق کان للہ مصرعی

(جب میں راہِ خدا میں مارا جاؤں تو مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ میں مرنے کے بعد کس پہلو پر لٹایا جاؤں گا۔)

شاید ایسے ہی سچے عاشقوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

ہوش نہ چھڈی عشق تیرے اتنے اس وچہ بہت مجبوریاں نیں
جنھاں عشق دی چولڑی رنگ لئی اونہاں چٹیاں چادراں چیریاں نیں

(باقی صـ ۳۵ پر)

وفیات

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم کی دختر اور قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ علمائے اسلام پنجاب کی اہلیہ بقضائے الٰہی ۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ مطابق ۳۱/۸/۹۴ بروز بدھ وفات پاگئیں ہیں۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون، مرحومہ کی نمازِ جنازہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین درگاہ سراجیہ کندیاں شریف نے پڑھائی، جس میں ہر مکتب فکر کے علمائے کرام مشائخ عظام کے علاوہ سیاسی زعما، اراکین اسمبلی، عدلیہ کے جج صاحبان، انتظامیہ کے افسران نے شرکت کی۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں، ایام بیماری تین سال کے عرصہ میں فرائض کے علاوہ صلوٰۃ التسبیح اکثر پڑھا کرتی تھیں۔ بیوہ، یتیم اور لاوارث خواتین اور بچیوں کی خاموشی سے مالی امداد کرتی تھیں، تلاوتِ کلام اور روزانہ کے وظائف کا معمول آخر وقت تک قائم رہا، شاید انہی نیکیوں کی بدولت آخری خواہش پوری ہوگئی اور حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کے احاطے کے قریب اُن کے قدموں کی طرف جگہ مل گئی، ع　یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

جامعہ مدنیہ میں آخری اتوار ۲۵-۹-۹۴ کو کلمہ طیبہ کے ختم کے موقعہ مرحومہ کیلئے ایصال ثواب کیا گیا۔

○

حضرۃ اقدس مولانا مفتی محمود صاحب رحؒ کی بیوہ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دام مجدہٗ کی والدہ ماجدہ ۲۹ ستمبر کو صبح وفات پاگئیں، اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ مرحومہ علیل تھیں اور چند ماہ سے ان کا مرض شدت اختیار کرگیا تھا۔ نشتر ہسپتال ملتان، اسلام آباد اور پھر لاہور شیخ زائد ہسپتال میں زیرِ علاج رہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اپنی والدہ مرحومہ کی مثالی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوارِ رحمت میں مقام نصیب فرمائیں اور آخرت کی راحتوں سے نوازیں آمین

○

حضرۃ مولانا محمد یٰسین صاحب خانپوری آف کلورکوٹ ضلع بھکر ۲۹ ستمبر کو اچانک وفات پاگئے، اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں تھے۔ حضرت اقدس مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور نہایت مخلص مرید تھے۔ حضرتِ اقدس مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہ موجودہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ہم سبق تھے۔ مولانا مرحوم حضرت اقدس مولانا مدنی رحؒ کے گھرانہ سے قریب ترین تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مرحوم کی نماز جنازہ حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔ دُعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ مرحومین کو جوارِ رحمت میں مقام نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب فرمائیں، آمین۔ ماہنامہ انوارِ مدینہ کی کاپیاں جوڑی جا چکی تھیں کہ مولانا مرحوم اور والدہ محترمہ مولانا فضل الرحمان صاحب کی وفات کی خبر آئی۔ اراکین جامعہ مدنیہ تمام مرحومین کے پسماندگان کو تعزیت پیش کرتے ہیں۔

دار الافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد
مدرّس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

بسم اللہ حامداً و مصلیاً

آج کل فاریکس (FOREX) اور کامیکس (COMEX) کے نام سے کاروبار کرنے والی کئی کمپنیاں وجود میں آئی ہیں۔ اس کاروبار کے طریقۂ کار کی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کاروبار کی وہ تمام تر صورتیں جو عام طور سے اختیار کی جاتی ہیں ناجائز ہیں۔

کاروبار کا طریقۂ کار

ایک شخص دس ہزار ڈالر کمپنی میں جمع کرا کے اس سکیم کا رکن بن سکتا ہے۔ کمپنی والے پھر اس کی رہنمائی کرتے ہیں کہ وہ کب اور کونسی کرنسی یا جنس خرید لے کہ جس کو بعد میں فروخت کر کے نفع کی اُمّید کی جا سکتی ہے۔ ہر کرنسی یا شے کی خرید کی کم سے کم مقدار مقرر کی ہوئی ہے جس کو LOT یا کھیپ کہا جاتا ہے۔ مثلاً باسٹھ ہزار پانچسو برطانوی پاؤنڈ کی یا ایک لاکھ پچیس ہزار جرمن مارک کی ایک لاٹ ہوتی ہے۔ اشیاء و اجناس میں کپاس چینی اور گندم ہیں اور زرِ نقد میں سونا اور چاندی ہیں۔ سونے کی ایک لاٹ و کھیپ ایک سو اونس اور چاندی کی ایک لاٹ پانچ ہزار اونس پر مشتمل ہوتی ہے۔

جب آپ کسی کرنسی یا مذکورہ اشیاء میں سے کسی ایک کی کوئی ایک لاٹ خریدنا چاہیں اور کمپنی کو اپنا آرڈر دیں تو کمپنی ان جمع شدہ دس ہزار ڈالر میں سے دو ہزار ڈالر بطور بیعانہ یا تحفّظ کے مختص کر لیتی ہے اور آرڈر مرکزی دفتر کو پہنچا دیتی ہے جو آرڈر کی تکمیل

کر کے لاٹ کی خرید کی اطلاع دیتا ہے۔

یہ خرید بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک نقد جسکو SPOT یا CASH TRADING کہا جاتا ہے اور دوسری بیع سلم قسم کی جس کو FUTURE TRADING کہا جاتا ہے۔ نقد میں تو مبیع یعنی خریدی ہوئی شے پر فوری قبضہ مل سکتا ہے جبکہ FUTURE (یعنی بیع سلم میں) یہ طے پاتا ہے کہ بائع ایک مقررہ مُدّت بعد طے شُدہ مہینے میں فلاں تاریخ کو وہ لاٹ مہیّا کرے گا۔ قیمت بھی طے کر لی جاتی ہے۔

اس کاروبار میں کمپنی کا کردار

کردار کی وضاحت ایک کمپنی EMPIRE RESOURCES نے اس طرح کی ہے۔

The objects for which the Company is established are as follows :-

1. To install, equipment, operate and provide facilities of communication through monitors and appratise link up to as a commission house between the clients and brokerage houses in the various financial trading centres of the world.

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کمپنی اپنے مؤکلین اور دُنیا کے مختلف تجارتی مراکز میں موجود دلالوں کے درمیان کمیشن ایجنٹ کے طور پر کام کرتی ہے

ہر سودا جو کمپنی کراتی ہے اس پر وہ پچاس یا ساٹھ ڈالر کمیشن لیتی ہے خواہ سودے میں مؤکل کو نفع ہو یا نقصان ہو یا نہ نفع ہو نہ نقصان ہو۔

پھر جو لاٹ خریدی اگر خریداری کے دن ہی فروخت کردی گئی تو کمپنی صرف اپنی کمیشن وصول کرے گی اور اگر فروخت میں کچھ دن لگ گئے تو کمپنی کمیشن کے علاوہ پانچ یا چھ ڈالر یومیہ کے حساب سے سود وصول کرے گی۔ بعض صورتوں میں مؤکل کو سود ملتا ہے۔ ایمپائر ریسورسز EMPIRE RESOURCES کمپنی کی وضاحت یوں ہے۔

Interest / Premium are paid or charged basing on the number of days for a position trade.

کاروبار کی اقسام

قسم اوّل : SPOT/CASH TRADING

کمپنی کی اپنی وضاحت کے مطابق وہ اپنے مؤکلین اور دلالوں کے درمیان رابطہ کراتی ہے اور کمیشن پر سودے کرواتی ہے۔ اس صورت میں سودا مؤکل اور تجارتی مرکز میں موجود دلال کے مابین ہوتا ہے، لیکن چونکہ مؤکل پوری رقم کی ادائیگی تو کرتا نہیں لہٰذا کرنسی اور سونے چاندی کی خرید کی صورت میں سودا دو وجہ سے ناجائز ہوا۔

(الف) یہ بیع الدین بالدین ہے بائع اور خریدار دونوں کی جانب سے قرض ہے کیونکہ نہ تو بائع نے خریدار کو خرید کردہ پر قبضہ دیا اور نہ ہی خریدار نے قیمت کی ادائیگی کی اور بیع الدین بالدین ناجائز ہے۔ باع فلوسا بمثلها أو بدراهم أو بدنانير فان نقد احد هما جاز وان تفرقا بلا قبض احد هما لم يجز (در مختار)

لانه يكون افتراقاً عن دين بدين و هو غير صحيح (ردالمختار ص ۱۹۲ ج ۴)

(ب) خرید پر جتنے دن گزریں گے خریدار یعنی مؤکل کو یومیہ کے حساب سے سود ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر اس کے برعکس ہم یہ فرض کرلیں کہ کمپنی خود لاٹ خرید لیتی ہو یا اس کے پاس موجود ہو تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں۔

(i) کمپنی اپنے لیے خریدتی ہو اور پھر خود مؤکل کے ہاتھ فروخت کرتی ہو تو اس میں مذکورہ بالا بعینہ دونوں خرابیاں تو ہیں ہی تیسری خرابی یہ ہے کہ کمیشن بلاوجہ وصول کر رہی ہے۔

(ii) کمپنی مؤکل کے لیے خریدتی ہو اور اپنے پاس سے مکمل ادائیگی کر کے بیع پر قبضہ کر لیتی ہو۔ اس صورت میں اگرچہ بیع الدین بالدین تو نہیں بنتی، لیکن سود سے بچاؤ تو اس میں بھی نہیں ہے۔

قسم ثانی : FUTURE TRADING

یہ اگرچہ بیع سلم کی صورت ہے لیکن اس میں بیع سلم کی بعض شرائط مفقود ہیں یعنی یہ کہ سودا طے پانے کی مجلس میں راس المال کی ادائیگی نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں بیع سلم میں یہ ضروری ہے کہ جب تک مسلّم فیہ (خرید کردہ سامان) پر قبضہ نہ ہو جائے اس میں کسی قسم کا تصرف نہ کیا جائے، لیکن زیر بحث کاروبار میں اصل یہی ہے کہ مسلّم

فیہ پر قبضہ کیے بغیر مہیّا کیے جانے کی تاریخ سے پیشتر ہی اس کو آگے فروخت کر دیا جاتا ہے۔

ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ (درمختار)

یہ خرابیاں اس صورت میں ہیں جب خرید کردہ چیز کرنسی یا اجناس واشیا ہوں۔ اور اگر خرید کردہ چیز سونا یا چاندی ہو تو اس میں تو بیع سلم جائز ہی نہیں کیونکہ بیع سلم مثمن میں ہوتی ہے ثمن میں نہیں۔

Futures contracts are firm commitments to make or accept delivery of a specified quantity and quality of a commodity during a specific month in the future at a price agreed upon at the time the commitment was made. The unique attraction of futures contracts is that they offer an efficient and affordable way of participating in the commodities markets without all the complications associated with owning the physical material - such as arranging for delivery, storage and insurance.

Less than three percent of all futures contracts traded each year result in delivery of the underlying commodity. Instead, traders generally offset their futures positions before their contract mature; realizing the profit, or loss, which is the difference between the initial purchase or sale price and the price of the offsetting transaction.

یہ ساری تفصیل تو اس صورت میں ہے جب مذکورہ کمپنیاں واقعی کچھ کاروبار کی صورت اختیار کرتی ہوں ورنہ تو ہمیں بہت زیادہ غالب گمان یہ ہے کہ یہ سب کچھ فرضی کارروائیاں اور لوگوں سے رقمیں اینٹھنے کے طریقے نکالے گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بقیہ: اصلاح مفاہیم

لیکن یہ کہ اس کا وقوع ہوتا ہے یا نہیں اس میں اکابر اُمّت مختلف ہیں فمنهم المثبت ومنهم النافی۔ لیکن جو مثبت بھی ہیں وہ اجازت نہیں دیتے کہ بعید سے ندا کرو اور نہ بعید سے دواماً سُننے کی کوئی دلیل ہے اور بلا دلیل شرعی ایسا اعتقاد رکھنا گو حقیقتاً شرک نہ ہو مگر معصیت اور کذب حقیقتاً اور شرک صورۃً ہے۔ معصیت ہونے کی یہ دلیل ہے ولا تقف ما لیس لك به علم اور کذب ہونا اس کی تعریف صادق آنے سے ظاہر ہے اور شرک صورۃً اس لیے کہ اوّل اعتقاد والوں کے ساتھ عادت میں تشبہ ہے اور اگر کسی بزرگ کی حکایت میں بطور کرامت کے ایسا امر منقول ہو تو صرف عادت سے دوام ثابت نہیں ہوتا البتہ قبر پر جا کر مجاز کے مرتبہ سے ان سے استمداد مثبتین کے نزدیک جائز ہے جبکہ اور کوئی مفسدہ عارضی نہ ہو جاوے۔ والا فلا (ص ۳۷۸ امداد الفتاوی، ج ۵)

"اصلاح مفاہیم" پر ایک نظر

(قسط: ۳)

مضامینِ علمیہ

کتاب "اصلاح مفاہیم" جو کہ تبصرہ کے لیے بھیجی گئی تھی اس پر تبصرہ کی پہلی قسط گزشتہ شمارہ میں شائع ہوئی تھی۔ یہ دوسری قسط ہے۔ قارئین پڑھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا کا مصداق ہے۔ یعنی یہ کہ اس میں نفع کم ہے اور نقصانات زیادہ ہیں۔ لہٰذا ہم اس کتاب کے ناشرین سے بجا توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی نشر و اشاعت سے لِلّٰہ فی اللہ اجتناب کریں گے

مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب

مبحث دوم: غیر اللہ یعنی انبیاء و اولیاء سے استمداد و استغاثہ

اس مسئلہ میں کتاب "اصلاح مفاہیم" کے مصنف نے جو عقیدہ و مذہب اختیار کیا ہے وہ اہلِ سنّت کے عقیدہ و مذہب سے یقیناً بالکل مختلف ہے۔ مصنف کے نزدیک غیر مقدور العبد امور میں جب نبی وغیرہ سے استغاثہ کیا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا و سفارش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کی دُعا قبول کر کے ان کو حکم و اجازت دیتے ہیں کہ وہ اس قوت و قدرت تصرف سے جو اُن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے ہی سے حاصل ہے (یا اب حاصل ہوتی ہے) طلب و سوال اور فریاد کرنے والوں کی مرادیں پوری کر دیں اور یہ کر دیتے ہیں۔

ذیل میں درج شدہ اقتباسات مصنّف کے اسی عقیدہ و مذہب پر دلالت کرتے ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ مصنف کسی ایک مقام پر کھل کر وضاحت اور دلائل کے ساتھ اپنے عقیدہ کو بیان نہیں کرتے۔ ان اقتباسات سے حاصل شدہ اُمور کو ہم علیحدہ ذکر کر کے ان پر تفصیل سے کلام کریں گے۔

مصنف لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے استغاثہ کرنا اور آپ کی حیات میں اپنے حال کا شکوہ کرنا اور طلب شفاعت و مدد اور جو بھی اس طرح کی چیزیں ہیں ۔ وہ سب آپ کی حیاتِ طیبہ میں صحیح ہیں ۔ آپ کی موت کے بعد کفر و شرک ہیں اور بعض وقت تسامح کرتے ہوئے غیر مشروع یا ناجائز ہیں ۔

تو ہم اس کو یہ جواب دیتے ہیں اگر استغاثہ و توسل وغیرہ آپ کی حیات مبارکہ میں صحیح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو سن لو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسّلام اور دیگر اللہ کے نیک بندے رضی اللہ عنہم اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ و توسل کی صحّت کی دلیل فقیہ کے لیے صرف قیاس کافی ہے کہ وہ فقیہ حیات طیبّہ میں استغاثہ و توسل کی صحت پر قیاس کرلے کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم حیی الدارین ہیں اور اپنی اُمت پر ہمیشہ عنایات فرماتے ہیں ... اور اُمّت کے بڑے بڑے اُمور میں اللہ کے حکم سے تصرف فرماتے ہیں ۔" (ص: ۱۸۵، اصلاح مفاہیم)

"حضرات صحابہ کرام سختیوں میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں فریاد کرتے تھے اور اپنے حال کا شکوہ کرتے اور آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے اور آپ سے دُعا کراتے پس نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تو ان سے نہیں فرمایا کہ تم نے شرک کیا اور کُفر کیا کیونکہ مجھ سے شکوہ کرنا اور دُعا کرانا جائز نہیں ہے ... بلکہ آپ کھڑے ہو جاتے اور مانگنا شروع کر دیتے اس کے ساتھ وہ حضرات یہ بخوبی جانتے تھے کہ حقیقتہً دینے والی اور روکنے والی اور باسط و رزاق ذات اللہ جل شانہ ہی ہے اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے حکم اور فضل سے عطا فرماتے تھے ۔ اسی کو فرمایا

انما انا قاسم واللہ یعطی

ان تکفیر کرنے والوں کا ایک باطل دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ انبیاء اور صلحاء مرحومین سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جس کا عطا کرنا صرف اللہ پاک ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ایسی طلب شرک ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی عادات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ۔ کیونکہ لوگ تو اُن سے یہ طلب کرتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ سے حاجت روائی

میں سبب بنے ہیں ۔ دُعاء و توجہ کے ذریعہ سے جیسا کہ مزید وغیرہ کے قصے سے ثابت ہے جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے تھے اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مدد طلب کی تھی اور اُن کا وسیلہ پکڑا تھا اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اُن کی بات مان کر دلداری فرمائی تھی اور اللہ کے حکم سے اُن کی مرادیں پوری فرما دی تھیں اور ان میں سے کسی کو بھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیسی بات کہی یہ تو شرک ہو گیا ۔ یہی حکم دوسری خوارق عادت چیزیں طلب کرنے کا بھی ہے جیسے بدوں دوا کے پُرانے مرض کو ٹھیک کر دینا اور ضرورت کے وقت بدوں بادل کے بارش برسوا دینا ۔ بعض اشیاء کی حقائق کو بدل دینا اور انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا ۔ کھانے کا زیادہ ہو جانا وغیر ذلک ۔ یہ اشیاء بھی عادۃً انسان کے بس کی نہیں لیکن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم عند الطلب ایسا فرما دیا کرتے تھے اور اُن سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تم نے شرک کیا ، اسلام و ایمان کی تجدید کرو ، کیونکہ تم نے مجھ سے ایسی چیز طلب کی جس پر صرف اللہ پاک ہی کو قدرت ہے . . .

اور اس مقام کی وضاحت یہ ہے . . . کہ لوگ انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے اپنی حاجات کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرتے ہیں اور شفاعت و سفارش پر اللہ جل شانہ نے قدرت دی ہے ۔ اور بفرضِ محال اگر کوئی یوں کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی مجھے شفاء دیجئے اور میرا قرض ادا کر دیجیے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شفاء و قضاءِ دین کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں سفارش کر دیں اور دُعا کر دیں اور دُعا و سفارش پر اللہ جل شانہ نے ان کو قدرت دی ہے ۔

یہی ہمارا عقیدہ ہے اس قسم کے اقوال کے بارے میں کہ یہ نسبت فعل بطور مجاز عقلی کے ہے اور اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ۔

سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ـــــ (یٰسین پارہ ۲۳) پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز جوڑا جوڑا پیدا کی جو زمین اُگاتی ہے ۔" (ص ۱۸۹ تا ص ۱۹۱ ، اصلاح مفاہیم)

"اللہ ہی سے سوال کرنا اور مدد طلب کرنا چاہیے ۔ یہ جملہ بھی مشہور حدیث جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے کا ایک حصہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً

روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

(اس کا) صحیح مطلب یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے مقصود سوال و استعانت و استغاثہ ماسوی اللہ سے کرنے سے روکنا اور منع کرنا نہیں ہے جیسا کہ اس کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آدمی غفلت سے رُک جائے اور اس سے غافل ہو جاتے۔ اسباب کے اختیار کرنے سے جو خیر حاصل ہوتی وہ غیر اللہ کی طرف سے ہے بلکہ وہ اللہ جل شانہ کی ہی طرف سے ہے اور مخلوقات کے قبضہ میں جو بھی نعمتیں وغیرہ ہیں وہ بھی اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ جب تو اے مخاطب مخلوقات میں سے کسی سے استعانت وغیرہ کا ارادہ کرے تو اللہ جل شانہ کی ذات پر پُورا اعتماد و بھروسہ رکھ اور یہ اسباب تجھ کو مسبب الاسباب اللہ جل شانہ، کی طرف متوجہ ہونے سے غافل نہ کر دیں"۔

(صـ۱۹۱، صـ۱۹۲)

"اور رہ گیا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول واذا سألت فاسئل اللہ تو اس میں بھی سوال عن الغیر کی ممانعت اور توسل کے عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں اور جو کوئی اس سے توسل اور سوال عن الغیر کی ممانعت و عدم جواز سمجھتا ہو تو وہ غلط سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ اس لیے کہ جو شخص انبیاء و صالحین کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر طلب خیر اور دفع شر چاہتا ہے تو وہ اللہ پاک ہی سے ان اشیاء کو طلب کر رہا ہے لیکن کسی کے وسیلہ سے چاہ رہا ہے اور وہی سبب اختیار کر رہا ہے جس کو قضاء حوائج کے لیے اللہ جل شانہ نے سبب بنایا ہے اور جو اللہ کے حکم سے کسی سبب کو اختیار کرتا ہے تو کون کہتا ہے کہ وہ سبب سے مانگتا ہے بلکہ یہ تو مسبب الاسباب سے مانگنا ہوا، تو کوئی اگر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہتا ہے کہ میری بینائی لوٹ آتے یا میری ہیبت دُور ہو جائے یا میرا مرض ختم ہو جاتے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ ہی سے مانگتا ہے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سفارش سے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دُعا کر دیں یا سفارش کر دیں۔ بس اتنا فرق ہے کہ دوسرا زیادہ صریح ہے اور پہلا کم صریح ہے۔۔۔

اگر وہ یہ کہیں کہ ممنوع تو ان انبیاء وصلحاء سے سوال ہے جو اپنی قبور میں عالم برزخ میں ہیں۔ کیونکہ وہ سوال کے پورا کرنے پر قادر نہیں تو اس کا ماقبل میں مفصل رد ذکر کر آئے ہیں... عام مومنین تو اُن کی حیاتِ برزخیہ میں علم وسماع وقدرت علی الدعاء اور جو تصرفات اللہ پاک چاہیں حاصل ہیں تو انبیاء اور دیگر صلحاء اہلِ برزخ کا تو کہنا ہی کیا۔"

(ص ۱۹۴ تا ص ۱۹۶)

"... (ایک حدیث میں) آپ نے فرمایا مجھ سے استغاثہ نہیں کیا جاتا صرف اللہ جل شانہٗ سے استغاثہ کیا جاتا ہے۔

تو ہم یہ کہیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے مراد اصل اعتقاد میں توحید کی حقیقت کو ثابت کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ حقیقۃً مغیث صرف اللہ جل شانہٗ ہی ہیں اور بندہ تو اس میں صرف واسطہ ہے یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سکھایا ہے بندے سے وہ چیزیں طلب نہیں کرنی چاہئیں جس پر بندہ قادر نہیں ہے، جیسا کہ فوز بالجنۃ والنجات من النار اور ایسی ہدایت جو گمراہی سے بچانے والی ہو اور خاتمہ بالخیر کی ضمانت وغیرہ۔" (ص ۱۹۷ اصلاح مفاہیم)

"اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت واستغاثہ کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور فقر و مرض، بلاء و قرض و بے لبسی کی حالت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود ان امور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہٗ کی عطا کردہ قوت وقدرت سے پورا فرما دیا کرتے تھے۔" (ص ۲۰۱ اصلاح مفاہیم)

"... ایک اور جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں تو آپ ان کی حاجت برآری فرماتے ہیں بلکہ ایک موقع پر دو معاملوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا فرماتے ہیں کہ یا تو مصیبت پر صبر کر لو تو میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں یا مصیبت کو فوراً ختم کیے دیتا ہوں جیسا کہ نابینا صحابی رضؓ کے ساتھ معاملہ پیش آیا۔ اور اس اس عورت کے ساتھ پیش آیا جس کو مرگی ہوئی تھی اور حضرت قتادہ رضؓ جن کی بینائی زائل ہو گئی

تھی اُن کو بھی اختیار دیا گیا . . .　　(ص۲۰۱ اصلاح مفاہیم)

"اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ہمارا عقیدہ بحمد اللہ بالکل پاک و صاف ہے ۔ بس بندہ خود تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اس کا مرتبہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے ۔ حتّٰی کہ خود افضل الخلق نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی خود کچھ نہیں کر سکتے ۔ اعطاء و منع ، نفع و ضرر ، اجابت و اعانت سب کچھ اللہ جل شانہٗ ہی کے حکم و اجازت سے کرتے ہیں ۔ لہٰذا اگر کوئی آپ سے مدد طلب کرتا ہے تو آپ اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے ربّ سے طلب فرماتے ہیں اور آپ کی طلب و دُعا مقبول ہوتی ہے تو آپ اللہ سے مانگ کر عطا فرماتے ہیں ۔"　　(ص۲۰۲ اصلاح مفاہیم)

مصنّف کی کتاب سے پیش کردہ مندرجہ بالا اقتباسات سے جو اُمور حاصل ہوئے ہیں وہ یہ ہیں ۔

۱ ۔ اہلِ قبور سے استمداد جائز ہے اور انبیاء و اولیاء سے اس طرح دُعا کرنا جائز ہے کہ مجھے شفا دے دیجیے اور میری بینائی لوٹا دیجیے ۔

۲ ۔ اہلِ قبور سے اس طرح استمداد جائز ہے کہ یوں کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دُعا کر دیں یا سفارش کر دیں ان دو اُمور سے متعلّق کتاب کے حوالجات کو ایک مرتبہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیے ۔

"اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے استغاثہ کرنا اور آپ کی خدمت میں اپنے حال کا شکوہ کرنا اور طلب شفاعت و مدد اور جو بھی اس طرح کی چیزیں ہیں وہ سب آپ کی حیاتِ طیّبہ میں صحیح ہیں ۔ آپ کی موت کے بعد کفر و شرک ہیں اور بعض وقت تسامح کرتے ہوئے غیر مشروع و ناجائز ہیں ۔

تو ہم اس کو یہ جواب دیتے ہیں اگر استغاثہ و توسل وغیرہ آپ کی حیاتِ مُبارکہ میں صحیح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو سُن لو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسّلام اور دیگر اللہ کے نیک بندے رضی اللہ عنہم اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد آپ سے استغاثہ و توسل کی صحت کی دلیل فقیہ کے لیے صرف قیاس کافی ہے . . . الخ

"تو کوئی اگر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ کہتا ہے کہ میری بینائی لوٹ آئے یا میری مصیبت دُور ہو جائے یا میرا مرض ختم ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ ہی سے مانگتا

ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سفارش سے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ میرے لیے فلاں چیز کی دُعا کر دیں یا سفارش کر دیں۔"

"اور بفرضِ محال اگر کوئی یُوں کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی مجھے شفاء دیجیے اور میرا قرض ادا کر دیجیے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شفاء و قضاء دین کے سلسلہ میں اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں سفارش کر دیں اور دُعا کر دیں۔

۳۔ انبیاء و اولیاء کو تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہے۔ اس کے لیے اقتباس ملاحظہ ہوں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے استعانت و استغاثہ کرتے تھے اور شفاعت طلب کرتے تھے اور فقر و مرض، بلاء و قرض و بے بسی کی حالت کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیان کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بذاتِ خود ان اُمور کو نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے حکم اور اللہ جل شانہٗ کی عطا کردہ قوّت و قدرت سے پُورا فرما دیا کرتے تھے۔" (اصلاح مفاہیم، ص۲۰)

"... اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے جو اُن کو دُعاء و تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی ہے۔ اس کے ذریعے سے اللہ پاک کی بارگاہ میں مطلوب کے حصول کا ذریعہ بنے۔"

(ص۱۷۸ اصلاح مفاہیم)

۴۔ خرقِ عادت چیزیں طلب کرنے پر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن کو پُورا کروانے پر قادر تھے۔

"یہی حکم دوسری خوارقِ عادت چیزیں طلب کرنے کا بھی ہے جیسے بدوں دوا پُرانے مرض کو ٹھیک کر دینا اور ضرورت کے وقت بدوں بادل کے بارش برسوا دینا، بعض اشیاء کی حقائق کو بدل دینا اور اُنگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا۔ کھانے کا زیادہ ہو جانا وغیر ذلک یہ اشیاء بھی عادتاً انسان کے بس کی نہیں، لیکن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم عند الطلب ایسا فرما دیا کرتے تھے اور اُن سے یہ نہ فرماتے تھے کہ تم نے شرک کیا، اسلام و ایمان کی تجدید کرو۔ اس مقام کی وضاحت یہ ہے ... کہ لوگ انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء رحمہم اللہ سے اپنی حاجات کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں شفاعت و سفارش پر اللہ جل شانہٗ نے قدرت دی۔"

ہم مصنف کے کلام سے حاصل شُدہ ان اُمور اربعہ کے بارے میں صحیح نقطہ نظر پیش

کرتے ہیں۔

اہلِ قبور انبیاء و اولیاء سے اس طرح استمداد و استغاثہ کہ مجھے شفا دیجیے اور میری بینائی لوٹا دیجیے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی تصدیق کے ساتھ جو فتویٰ موجود ہے اس میں یہ ہے "استمداد تین قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ اہلِ قبور سے مدد چاہے۔ اسی کو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں خدائے تعالیٰ سے دُعا کر کہ فلاں کام میرا پُورا ہو جائے یہ مبنی اُوپر مسئلہ سماع کے ہے۔ جو سماع موتی کے قائل ہیں اُن کے نزدیک درست دوسروں کے نزدیک ناجائز... انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ اُن کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ دُعا مانگے الٰہی بحرمت فلاں میرا کام پُورا کر دے یہ بالاتفاق جائز ہے اور تمام شجروں میں موجود ہے..." (صنے فتاوی رشیدیہ۔ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

اور خود مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی اپنی تحریر جو اس بارے میں ہے وہ یہ ہے۔

"وہ استعانت جو کفر ہے وہ یہ ہے کہ تم میرا کام کر دو اور یہ کہ دُعا کرو کہ میرا کام حق تعالیٰ کر دیوے کفر نہیں مگر جو منکرِ سماع ہیں وہ منع کرتے ہیں بسبب لغو ہونے کے اور عدم ثبوت کے سُنت سے اور مجوزین جائز کہتے ہیں۔ بسبب سماعت کے ثبوت کے اُن کے نزدیک اور ثبوت اس کی اصل کے۔ پس یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔" (صنے فتاوی رشیدیہ)

انبیاء و اولیائے کرام سے اس طرح دُعا کرنا کہ آپ میرا یہ کام کر دیں۔ اولاد عطا فرمائیں نوکری پر لگائیں وغیرہ کے بارے میں فتاویٰ رحیمیہ میں ارشاد الطالبین سے نقل ہے۔

"دعا از اولیاء، مردگان یا زندگان واز انبیائے کرام جائز نیست۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود الدعاء هو العبادة"

یعنی مخلوق سے اس طرح دُعا کرنا جائز نہیں ہے۔ دُعا عبادت ہے اور عبادت خاص خدا پاک کے لیے ہے۔ مخلوق کے لیے جائز نہیں حرام ہے۔

اسی طرح مجالس الابرار سے نقل کرتے ہیں۔

والاستغاثة بهم وسوالهم النصر　　یعنی اہل قبور سے فریاد کرنا اور ان سے

والرزق والعافیۃ والولد وقضاء الدیون وتفریج الکربات و غیر ذلک من الحاجات التی کان عباد الاوثان یسئلونھا من اوثانھم ولیس شی منھا مشروعا باتفاق ائمۃ المسلمین

مدد اور روزی اور تندرستی اور اولاد اور ادائے قرض اور مصیبتوں سے نجات کی دعا کرنا اُن کے علاوہ اور قسم کی حاجتیں مانگنا جیسے کہ بُت پرست اپنے بتوں سے مانگتے تھے، تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی جائز نہیں۔

محدّث علّامہ محمّد طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فان منھم من قصد بزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم یدعو عندھا و یسألھم الحوائج و ھذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ و طلب الحوائج والاستغاثہ للّٰہ وحدہ۔

کچھ وہ ہیں جنکا مقصد انبیاء اور صلحاء کے مزارات کی زیارت کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ وہ ان مزارات کے پاس نماز پڑھیں اور اپنی حاجتیں مانگیں۔ علمائے اسلام میں سے کوئی بھی نہیں جو اس کو جائز قرار دے کیونکہ عبادت کرنا اور حاجتیں مانگنا اور مدد چاہنا صرف اللہ سے ہی ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ مخصوص ہے"۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص $\frac{۳}{۳}$)

یہ اقتباسات مطلق ہیں یعنی کسی طرح سے بھی اہلِ قبور سے اس قسم کی حاجات نہیں مانگی جاسکتیں اور ان سے اس قسم کی استعانت اور ایسا استغاثہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں اس اعتبار کا بھی لحاظ نہیں کیا گیا کہ غیر اللہ سے طلب محض مجازاً ہے حقیقۃً نہیں اور ان الفاظ کے ذریعہ طلب سے غرض یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کردیں گے لہذا اب اصلاح مفاہیم کے مصنّف ومترجم اور ناشرین دیکھ لیں کہ وہ کس چیز کی تعلیم دے رہے ہیں۔

پھر اصلاح مفاہیم کے مصنّف نے اسی پر تو اکتفا نہیں کیا۔ اگرچہ جیسا ہم آگے بتائیں

گے اس خیال میں مفسدہ موجود ہے۔ بلکہ وہ تو اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ پاک نے ان کو تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی۔ دیکھیے اصلاح مفاہیم ص ۱۴۸

اب کوئی مصنف سے پوچھے کہ جب آپ انبیاء و اولیاء جو کہ دنیا سے گزر گئے ان کے لیے تصرف کی قدرت مانتے ہیں۔ تو ان سے سوال و استغاثہ کرنے والے کے لیے کیا چیز مانع ہے کہ وہ ان ہی کو اپنی ضروریات پوری کرنے پر قادر سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی ضرورت ہی نہ سمجھے خواہ وہ تصرف و قدرت اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہونے کا عقیدہ رکھے۔

مولانا یوسف لودھیانوی مدظلہ لکھتے ہیں۔

"دوسری غلطی ان لوگوں سے یہ ہوئی کہ انہوں نے یوں سمجھ لیا کہ جس طرح شاہانِ دنیا کچھ مناصب و اختیارات گورنروں ماتحت افسروں کو تفویض کر دیتے ہیں اور اس تفویض کے بعد انہیں زیرِ اختیار معاملوں میں بادشاہ سے رجوع کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ان امور میں خود ہی فیصلے کیا کرتے ہیں کچھ یہی صورت حق تعالیٰ شانہ کی بادشاہی میں بھی ہوگی۔ اس نے بھی اس کائنات میں تصرف کے کچھ اختیارات نبیوں ولیوں، اماموں اور شہیدوں کو عطا کر دیے ہیں اور خدائی کے جو محکمے باعطائے الٰہی ان بزرگوں کے سپرد کر دیے گئے ہیں وہ ان میں خود مختار ہیں جو چاہیں کریں اور جس کو چاہیں دیں یا نہ دیں۔

لیکن . . . اس کے برعکس حق تعالیٰ شانہ کی شان یہ ہے کہ اسے کائنات کے ایک ایک ذرے کا علم بھی ہے اور اس پر قدرت بھی۔ کائنات کی کوئی چھوٹی بڑی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے حکم قضاء و قدر سے آزاد ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا علم اس کا ارادہ اس کی حیثیت اس کی قدرت اور اس کی تکوین زمین و آسمان کی ایک ایک چیز پر حاوی اور کائنات کے ایک ایک ذرے کو محیط ہے۔ درخت کا ایک پتہ بھی اسی کے علم و ارادہ اور حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا ہے۔ اس لیے وہ کائنات کا نظام چلانے کے لیے کسی وزیر کسی نائب اور کسی معاون کا محتاج نہیں نہ اس کے نظام میں اس کا کوئی شریک ہے نہ ہو سکتا ہے نہ اس نے کائنات میں تصرف کے اختیارات کسی کو عطا کیے ہیں نہ خدائی اختیارات کسی کو عطا کیے جا سکتے ہیں . . .

الغرض وسیلہ پکڑنے کے یہ معنی کہ ہم بزرگوں کی خدمت میں عرضیاں پیش کیا کریں اور ان

سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگا کریں بالکل غلط اور قطعًا ناروا ہے۔ قرآن کریم نے مخلوق کو پُکارنے اور اُس سے دُعائیں مانگنے کو سب سے بدترین گمراہی قرار دیا ہے۔

بزرگوں سے مرادیں مانگنا اور اُن سے اپنی حاجات کے لیے دُعائیں کرنا اس لیے بھی غلط ہے کہ دُعا ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے۔

الدعاء مخ العبادة (ترمذی) دُعا عبادت کا مغز ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

الدعاء هو العبادة ثم قرأ

دُعا ہی اصل عبادت ہے۔ یہ ارشاد فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیت پڑھی اور تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھ سے دُعا کرو میں تمہاری دُعا سُنوں گا۔

... بہرحال جب یہ معلوم ہُوا کہ دُعا نہ صرف عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز اور خلاصہ ہے تو حق تعالیٰ کے سوا جس طرح کسی اور کی عبادت جائز نہیں اسی طرح کسی بزرگ ہستی سے دُعائیں کرنا اور مرادیں مانگنا بھی روا نہیں اس لیے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی رح فرماتے ہیں۔

دعا از اولیائے مردگان یا زندگان و از انبیاء جائز نیست۔

فوت شدہ یا زندہ بزرگوں سے اور انبیائے کرام علیہم السّلام سے دُعائیں مانگنا جائز نہیں۔

(ص ۲۲ تا ص ۲۷ اختلاف اُمت اور صراط مستقیم)

ہماری ان معروضات سے اصل مسئلہ کی حقیقت اور مصنف اصلاحِ مفاہیم کی غلطی خُوب واضح ہو چکی۔ البتہ اب ہم مصنّف کی اس کمزور بُنیاد کو بھی کھولتے ہیں۔ مصنف کہتے ہیں۔

"یہی ہمارا عقیدہ ہے اس قسم کے اقوال کے بارے میں کہ یہ نسبت فعل بطور مجاز عقلی کے

ہے اور اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔" (ص۱۹۱ اصلاح مفاہیم)

نیز یوں بھی لکھتے ہیں۔

ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ پاک نے بندوں کو اور ان کے افعال کو پیدا کیا۔ اللہ کے علاوہ کسی کا کوئی اختیار نہیں نہ کسی زندہ کا اور نہ کسی مردہ کا، اور اللہ پاک کے ساتھ فعل و ترک اور رزق و زندہ کرنے اور مارنے میں کوئی شریک نہیں۔ مخلوق میں سے کوئی بھی مستقل طور پر کسی بھی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قادر نہیں چاہے اکیلے چاہے اللہ کے ساتھ شریک ہو کر یا غیر اللہ کے ساتھ شریک ہو کر۔ تمام جہانوں میں تصرف کرنے والی ایک اللہ سبحانہ کی ذات ہے کوئی بھی کسی چیز کا مالک نہیں مگر یہ کہ اللہ پاک مالک بنا دیں اور تصرف کی اجازت دے دیں، اپنی ذات کے لیے بھی نفع و ضرر حیات و موت اور مرنے کے بعد اُٹھنے کا کوئی مالک نہیں ہے اِلّا ماشاء اللہ۔ اللہ کے حکم سے نفع و ضرر اس حد میں محدود اور اس قید کے ساتھ مقید ہے اور نفع و ضرر وغیرہ کی مخلوق کی طرف نسبت سبب اور کسب کے اعتبار سے ہے نہ کہ خلق و ایجاد و تاثیر و علّت و قوّت وغیرہ کے اعتبار سے اور حقیقت میں یہ نسبت مجازی ہے نسبت حقیقی نہیں ہے۔" (ص۱۷۴، ص۱۷۵ اصلاح مفاہیم)

ہم کہتے ہیں کہ جب ص۱۷۸ پر مصنّف خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے جو ان کو... تصرف وغیرہ کی قدرت دے رکھی ہے تو اب مصنّف کا یہاں یہ کہنا کہ "مگر یہ کہ اللہ پاک مالک بنا دیں اور تصرف کی اجازت دے دیں" تو اس سے یہ نتیجہ بلا تکلّف نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات (انبیاء و اولیاء) کو کچھ تصرف کی قدرت اور اجازت دے رکھی ہے اور کسی سائل کی حاجت روائی کے لیے ان کو مزید کسی اذنِ الٰہی کی ضرورت نہیں۔

یہ عقیدہ بدیہی طور پر غلط ہے جیسا کہ اختلافِ اُمّت اور صراطِ مستقیم کے حوالجات سے ہم ظاہر کر چکے ہیں اور مصنّف کا یہ کہنا نفع و ضرر وغیرہ کی مخلوق کی طرف نسبت سبب اور کسب کے اعتبار سے ہے نہ کہ خلق و ایجاد و علّت و قوّت وغیرہ کے اعتبار سے مصنّف کو کچھ مفید نہیں کیونکہ تصرف کی قدرت مستقلاً حاصل ہونے کے بعد مخلوق کی طرف تصرف کی نسبت مجازی نہیں حقیقی ہوتی ہے اگرچہ خالق تو ہر حال میں ہر فعل کے اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں

دیکھیے کہ مجھے اپنی زندگی میں تصرفات کرنے کی قدرت حاصل ہے اس کی وجہ سے ان تحت القدرت تصرفات کی نسبت حقیقی طور سے میری طرف کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر اس نسبت کی قوت و مسؤلیت کو نہیں گھٹایا جاسکتا کہ میرے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔

البلاغة الواضحة میں مجاز عقلی کی تعریف یُوں کی ہے۔

المجاز العقلی هو اسناد الفعل أو ما فی معناه الی غیر ما هو له لعلاقة مع قرینة مانعة من ارادة الاسناد الحقیقی۔

(ترجمہ: یہ فعل یا شبہ فعل کی صاحب فعل کے غیر کی طرف کسی تعلق و علاقہ کی بنا پر اسناد کو کہتے ہیں جبکہ اسناد حقیقی سے مراد لینے سے مانع قرینہ بھی موجود ہو)

انبت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزہ اُگایا) میں موسم بہار کی طرف اسناد مجاز عقلی ہے کیونکہ قرینہ موجود ہے کہ موسم بہار کو اُگانے کا تصرف کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہے بلکہ اس کو تو فقط یہ تعلق و علاقہ حاصل ہے کہ وہ انبات کا زمانہ ہے۔

اس کے برخلاف جب یہ کہا جائے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تصرف کرنے کی قدرت حاصل تھی (یا وقت پر دے دی جاتی تھی) تو پھر یہ کہنا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شفا دی وغیرہ تو اس میں اسناد حقیقی مراد لینے سے کوئی بھی تو مانع موجود نہیں، لہٰذا اس میں اسناد صاحب فعل کی طرف ہے اور اسناد حقیقی ہے مجاز عقلی نہیں۔

ایک صورت اور ہے وہ یہ کہ کسی مخلوق کے لیے تصرف کی قدرت و اجازت کا ثابت ہونا تو نہ مانا جائے، البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں کسی کو کوئی تصرف کرنے کا اذن دے دیں۔ اور اس کام کے بعد اس تصرف کی قدرت کو معدوم سمجھا جائے، لیکن اِذن کب دیتے ہیں؟ اس کا کچھ علم نہیں بلکہ یہ بھی علم نہیں کہ دیں گے بھی یا نہیں۔ ایسی صورت میں یعنی مستقل قدرت حاصل نہ ہونے کی صورت میں مخلوق کی طرف نسبت مجازی ہو گی، لیکن اس صورت میں بھی وہ خطابات جن کو مصنف جائز قرار دیتے ہیں صحیح نہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس مجازی استمداد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"دوم متصرف بالاذن اور ان خطابات پر مطلع بالمشیۃ سمجھنا۔ یہ شرک تو کسی حال میں نہیں

(باقی صفحہ ۴۵ پر)

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

تین عقل مند اور قیافہ شناس آدمی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دُنیا میں تین آدمی بڑے عقل مند اور قیافہ شناس ثابت ہُوئے اوّل عزیزِ مصر جس نے اُن کے (حضرت یوسف علیہ السّلام کے) کمالات کو اپنے قیافہ سے معلوم کرکے بیوی کو یہ ہدایت دی (اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ : کہ وہ یُوسف علیہ السلام کی بو دو باش کا اچھا انتظام کرے) دوسرے شعیب علیہ السّلام کی وہ صاحبزادی جس نے موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں اپنے والد سے کہا یَآ اَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ یعنی ابّا جان ان کو ملازم رکھ لیجیے اس لیے کہ بہترین ملازم وہ شخص ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی، تیسرے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے اپنے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا۔[1]

اوّلین القاب یافتہ لوگ

سَب سے پہلے خلیفہ کا لقب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملا ، سَب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا ، سَب سے پہلے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا لقب قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کو ملا ، سَب سے پہلے وزیر ، ابوسلمہ حفص بن سلیمان الخلال کو کہا گیا ۔ یہ ابوالعباس سفّاح کے وزیر تھے ، سَب سے پہلے سلطان ، امیر ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے ، محمود غزنوی کو کہا گیا ، سب سے پہلے

---

[1] تفسیر ابن کثیر عربی ج : ۲ ، ص : ۴۷۳

مَلِك، عضد الدولة فناخسرو کو کہا گیا، سب سے پہلے الامیر الکبیر کا لقب مصر میں شیخو کو ملا، [1]

مختلف مقامات کے بادشاہوں کے القاب

زمانۂ قدیم میں یہ روایت تھی کہ بادشاہ نام کے بجائے القاب سے یاد کیے جاتے تھے۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے اپنی تفسیر میں چند بادشاہوں کے القاب ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں۔

"فرعون: مصر کے ہر کافر بادشاہ کو، قیصر: رُوم و شام کے ہر کافر بادشاہ کو، کسریٰ: فَارس کے ہر کافر بادشاہ کو، تُبَّع: یمن کے ہر کافر بادشاہ کو، نجاشی: حبشہ کے ہر کافر بادشاہ کو، اور بطلیموس: ہند کے ہر کافر بادشاہ کو کہا جاتا تھا۔" [2] دیگر کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ چین کے بادشاہ کو خاقان کہا جاتا تھا۔

ایک عجیب رات

دنیا میں ایک ایسی رات بھی گزری ہے جس میں ایک خلیفہ کا انتقال ہوا دوسرا اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور تیسرا پیدا ہوا مرنے والا خلیفہ مہدی کا بیٹا ہادی ہے۔ تخت نشین ہونے والا ہادی کا بھائی ہارون رشید ہے اور پیدا ہونے والا ہارون رشید کا بیٹا مامون رشید ہے، [3]

نیک نیت کا پھل

جہانگیر بادشاہ (متوفی ۱۰۳۷ھ) اپنی تزک میں لکھتا ہے:
ایک سُلطان گرمی کے موسم میں ایک باغ کے دروازہ پر پہنچا، وہاں ایک بُوڑھا باغبان کھڑا تھا، اُس کو دیکھ کر سلطان نے پُوچھا کیا اس باغ میں انار ہے۔ باغبان نے کہا "ہے" سلطان نے کہا ایک پیالہ انار کا رس لاؤ۔ باغبان کی ایک لڑکی صورت کے جمال اور سیرت کے حسن سے آراستہ تھی۔ باغبان نے اس سے انار کا رس لانے کو کہا وہ گئی اور ایک پیالہ بھر کر انار کا رس لے آئی۔ پیالہ پر انار کی کچھ پتیاں رکھی ہُوئی تھیں

---

[1] الوسائل الی معرفة الاوائل، ص: ۸۵۸۴ [2] تفسیر القرآن العظیم، ج: ۱، ص: ۹۰ زیر آیت واذ نجیناکم من آل فرعون یسومونکم الآیة۔ [3] تاریخ الخلفاء عربی طبع مصر ص ۲۸۳۔

سلطان نے اس کے ہاتھ سے پیالہ لیا اور پُورا پی گیا، پی کر اُس لڑکی سے پُوچھا پیالہ کے رس کے اُوپر تم نے پتیاں کس لیے رکھ دی تھیں، لڑکی زبان کی فصیح اور اپنی اداؤں میں بڑی ملیح تھی، اُس نے عرض کیا، اس گرمی میں آپ پسینہ میں غرق تھے۔ رس کا ایک سانس میں پی جانا آپ کے لیے مناسب نہ تھا۔ میں نے احتیاطاً اس پر پتّیاں ڈال دی تھیں کہ آپ آہستہ آہستہ اس کو نوش جاں فرمائیں، سلطان کو یہ حسن ادا بہت پسند آگیا اور اس کے جی میں آیا کہ اس لڑکی کو اپنے محل میں داخل کرلیں، اس کے بعد اس باغبان سے پُوچھا کہ تم کو ہر سال اس باغ سے کیا حاصل ہوتا ہے اس نے جواب دیا "تین سو دینار" سلطان نے پُوچھا دیوان کو کیا دیتے ہو، باغبان نے کہا میرا بادشاہ درخت سے کچھ نہیں وصول کرتا ہے، بلکہ کھیتی سے عشر لیتا ہے۔ سلطان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میری مملکت میں بہت سے باغ اور درخت ہیں اگر باغ سے بھی عشر لیا جائے تو پھر بہت روپے جمع ہو جائیں اور رعیت کو بھی زیادہ نقصان نہ پہنچے اس لیے میں حکم دوں گا کہ باغات کے محصولات سے بھی خراج لیا جائے یہ سوچ کر اس نے انار کا رس پھر پینے کو مانگا۔ لڑکی رس لانے گئی تو بہت دیر میں آئی جب پیالہ لائی تو سلطان نے کہا کہ پہلی بار تم گئیں تو بہت جلد آئیں اور انار کا رس بھی بہت لائیں، اس مرتبہ بہت انتظار کے بعد تم آئیں اور انار کا رس بھی کم لائیں لڑکی نے کہا کہ پہلی بار ایک انار میں پیالہ بھر گیا تھا۔ اس مرتبہ میں نے پانچ چھ انار نچوڑے، پھر بھی رس پُورا نہیں ہُوا، یہ سُن کر سلطان کو حیرت ہُوئی باغبان نے عرض کیا محصول کی برکت بادشاہ کی نیک نیت پر منحصر ہے میرا خیال ہے کہ آپ بادشاہ ہیں۔ آپ نے جس وقت باغ کی آمدنی مجھ سے پُوچھی، اسی وقت آپ کی نیت میں تبدیلی پیدا ہُوئی اور پھل سے برکت چلی گئی، یہ سُن کر سلطان متأثر ہُوا، اور پھر دل سے باغ کی آمدنی کا خیال دُور کر دیا، اس کے بعد پھر انار کا رس مانگا، لڑکی گئی اور جلد ہی پیالہ بھر کر انار کا رس لے آئی اور خوش خوش ہنستے ہُوئے سلطان کے ہاتھ میں دے دیا، سلطان نے باغبان کی فراست کی داد دی اور پھر اپنے دِل کی بات بتائی اور اس کی لڑکی کا خواستگار ہوا۔[1]

---

[1] تزک جہانگیری، صہ ۲۵۳ بحوالہ ہندوستان میں بزمِ رفتہ کی سچی کہانیاں، ج: ۲، صہ ۱۴۹۔

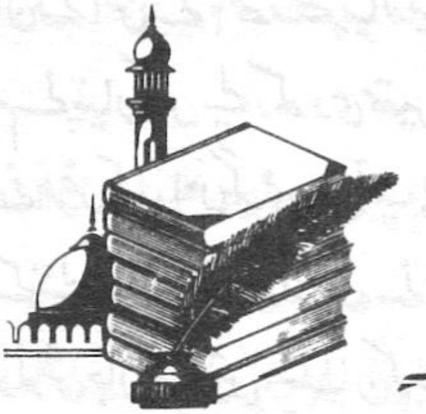

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب: معالم العرفان فی دروس القرآن (جلد ۱۳)
افادات: حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی
مرتب: الحاج لعل دین ایم اے
صفحات: ۸۶۸
ناشر: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ
قیمت: -/۲۳۰

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی دامت برکاتہم بانی و مؤسس واستاذ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کا شمار ملک کے جید اساطینِ علم وفضل میں ہوتا ہے، آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور اکابر علماء اہلِ سُنّت کے فیض یافتہ ہیں، آپ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی، شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی، شیخ المنقول والمعقول حضرت مولانا محمّد ابراہیم بلیاوی، امام اہلِ سُنّت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی اور امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمہم اللہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے آپ تقریباً نصف صدی سے علوم قرآن وسُنّت کی ترویج واشاعت میں مشغول ہیں۔ مدرسہ نصرت العلوم میں حدیث مبارک کے ساتھ ساتھ دیگر بڑی کُتب آپ کے زیرِ درس ہیں۔ آپ کا معمول ہے کہ آپ مدرسہ کی وسیع وعریض "مسجد نور" میں فجر کی نماز کے بعد ہفتہ میں چار دن درسِ قرآن اور باقی ایّام میں درسِ حدیث دیتے ہیں۔ تقریباً ۳۴، ۳۵،

برس سے یہ سلسلہ جاری ہے اور اس دوران کئی مرتبہ قرآنِ پاک درس کی صورت میں ختم ہو چکا ہے۔ حضرت کے ان دروس کو اوّلاً ریکارڈ کیا گیا پھر کیسٹ سے نقل کرکے کتابی شکل میں شائع کیا گیا اور ان کا نام معالم العرفان فی دروس القرآن رکھا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دروس کی حیثیّت دروس سے ہٹ کر ایک مستقل تفسیر کی بن گئی ہے جس میں تفسیر قرآن کا ذوق رکھنے والوں کے لیے ہر قسم کے معارف و مسائل، رموز و نکات اور ——————

قدیم وجدید معلومات موجود ہیں، نیز اس میں مستشرقین کے اعتراضات کا دفعیہ بھی ہے اور اسلامی اقدار کا دفاع بھی ہے انداز انتہائی دلکش، آسان اور دل میں اُترنے والا ہے۔ بندہ ناچیز نے جب بھی اس تفسیر سے استفادہ کیا قندِ مکرر کا مزہ پایا، اس وقت ہمارے پیشِ نظر "معالم العرفان" کی تیرہویں جلد ہے اس جلد میں درج ذیل چھ سورتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ سورۃ الفرقان سورۃ الشعراء، سورۃ النمل سورۃ القصص، سورۃ العنکبوت سورۃ الروم۔

انتہائی عمدہ کتابت و طباعت اور ڈائی دار جلد کے ساتھ مزیّن مناسب نرخ پر تفسیر کی یہ تیرہویں جلد مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ علمِ تفسیر کے شائقین اس سے استفادہ کرکے اپنی عاقبت سنواریں۔

○

نام کتاب : رحمتِ دو عالم (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

مصنّف : حافظ نذیر احمد

صفحات : ۱۰۴

ناشر : انجمن نصرۃ القرآن مسجد مدینہ، مدنی محلّہ گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت : درج نہیں۔

مولانا حافظ نذیر احمد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے متعلق ہیں اور تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "رحمتِ دو عالم" (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ کی تازہ ترین تالیف ہے۔ اس خوب صورت کتاب میں آپ نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مختصر سیرتِ مبارکہ آپ کے ارشادات عالیہ

اور پاکیزہ تعلیمات کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے، انداز اس قدر دل کش ہے کہ شروع کرنے کے بعد ختم تک چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا یہ انتہائی خوب صورت کتاب اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے ساتھ مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

○

نام کتاب: مشتاقانِ حرم

مصنّف : سیّد امین گیلانی

صفحات : ۷۲

ناشر : ادارۃ السادات، فاروقیہ کالونی، شرقپور روڈ شیخوپورہ

قیمت : -/۲۲

شاعرِ اسلام سیّد امین گیلانی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، عوام میں تو آپ ایک شاعر کی حیثیت سے معروف ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آپ کو نظم پر قدرت حاصل ہے اسی طرح نثر پر بھی آپ کے شاہکار قلم سے نکلی ہوئی نظم و نثر پر مشتمل بہت سی کتابیں قارئین سے دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "مشتاقانِ حرم" آپ کا ایک سفر نامہ ہے جو سفرِ حج سے متعلق ہے دورانِ سفر آپ نے جو مناظر دیکھے، جو مراحل آپ کو پیش آئے۔ جن تاریخی مَعابد و مَقابر کی آپ نے زیارت کی اس سفر نامہ میں اُن سب کی تفصیل موجود ہے، یہ سفر آپ نے ۱۹۵۷ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے بائی روڈ کیا تھا۔ دورانِ سفر ہی آپ روداد سفر لکھتے رہے۔ واپسی پر آپ نے اسی سال اسے طبع کرایا جو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا، ۳۸ سال بعد دوبارہ یہ سفر نامہ ادارۃ السادات کے زیرِ اہتمام خوب صورت طباعت کے ساتھ شائع ہوا ہے، مناسب قیمت پر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین اسے پڑھ کر اپنے ایمان کو جلا بخشیں۔

(ن - ا)